THE BOOK WAS DRENCHED

UNIVERSAL
LIBRARY
OU_222613
UNIVERSAL
LIBRARY

OUP—880—5-8-74—10,000.

OSMANIA UNIVERSITY LIBRARY

Call No. ٨٩١٥٤٣١٤ Accession No. ٢٤٣٦

Author ظ ك

Title ظفر سراج الدين بهادر شاه

كليات ظ

This book should be returned on or before the date last marked below.

رخشار و سن بیانی و لعل تابان آلی فشانی

الماس

منجملہ چار جلد

کلیات ظفر

دیوان سوم

مطبع نامی منشی نولکشور لکھنؤ نقش گزین نگین طبع ہوا



بسم اللہ الرحمن الرحیم

ردیف الف

دا پورا نہو یک حرف اصلا احمد مرسل کا
اگر چہ صد زبان ہو دو زبان ہو سو زبان ہو سو ہزار ہو
ملک سے تا بشر صرف ہیں اسکی ثنا میں
ہر اک ہو عرش تا فرش ممنون اسکی احساں کا
وہی کعبہ کا صاحب خانہ دو وہی دیر کا مالک
وہی رزاق ہر کافر کا وہی ہادی مسلمانوں کا
اگر ہو جائے پارہ پارہ دل اسکی محبت میں
تو پھر ہر پارہ دل کو سمجھ سیپارہ قرآں کا
بنکر تا وہ اگر پیدا نہی کونین انسانیں
تو مخلوقات میں اشرف نہوتا نبہ انسانوں کا
نبی وہ رحمۃ للعالمین جسکی شفاعت سے
نہو ہر عاصیوں کو حشر کردن خ عصیاں کا
عجب کیا نعتیں گر اسکی نور حسن معنی سے
بجائے حسن مطلع ہووے مطلع مہر تابانکا

جب کہ ہوتا ہی دل مرا بیتاب
تو سنبھالا لا ذرا نہیں جاتا

محو حیرت ہون صورت تصویر
کیا کہون کچھ کہا نہیں جاتا

بادۂ عشق سے جو ہین مخمور
انکا ہرگز نشا نہیں جاتا

اُڑ کے جاؤن ظفر وہان لیکن
بے پر و بال اُڑا نہیں جاتا

جو تیری آتشین رخ پر نہ خط عنبریں ہوتا
تو آتش سر دھنون پیدا نہ عالم مین کہین ہوتا

مطلع ثانی

مرے نالون سے پتھر موم ہی اے نازنین ہوتا
مگر دل مین اثر تیرے نہین ہوتا نہین ہوتا

کہان جاسکتا چھپکر ہمسے ظالم تو جہان جاتا
ہر رنگ سایہ پیچھے پیچھے تیرے مین ہون ہوتا

تری ہی مین کیا کیا سوجتی ہی دور کی مجکو
عیان ہی حال مجھپر دور گاہے دور ہین ہوتا

ترا ہی مضمون خال لکھے آگے تا صبین وہ
تری محفل مین گر کیسا ہی کوئی نکتہ چین ہوتا

دکھاتا کان کا بالا جو تو رخسار پر اپنے
تری حلقہ بگوشی مین مہ ہالہ نشین ہوتا

ہمارے تر پیچ و تاب دل کی تا یہ تیر تو دیکھو
کہ ہمکو دیکھکر ہر اور وہ چین بر جبین ہوتا

لپٹتا اے ظفر اسکو تو دِ آہ گر میرا
تو کاہیکو کھڑا خیمۂ چرخ بریں ہوتا

مطلع ثانی

کھل گئین یکبارگی آنکھین ہی مہر ماہ کی
جبکہ اغیار منہہ سی تونے دور گھونگھٹ کردیا

جو ترے کوچہ مین سویا خاک پر آرام سے
ترک اسنے اپنے سونیکا چہیرہ کھٹ کردیا

یہ تو انکا خوب سیکھے ہو جسے چاہا اُسے
تمنے سوائی دکھا کر زلف کی لٹ کردیا

اشک کے قطرے لئے جاتے ہین بہر بر سبب
جوش گریہ نے مری آنکھون کو پنگھٹ کردیا

دل فقیری سی صفا کر اس سے کیا حاصل اگر
تونے داڑہی کو بڑہایا یا صفا چٹ کردیا

ہوتا ہی چہ چاہ محبت کا لگا وٹ سی ظفر
مینے رسوا آپ کو دان بی لگا ڈٹ کردیا

تیری گلی سے عاشق زار اُٹھ کر رہگیا
اُٹھا تہا نا توان سا غبار اُٹھ کر رہگیا

دیتا مین اک بیان کو بہا سیل اشک سے
پر دل مین سیر جوش سا یار اُٹھ کے رہگیا

گنبد بنا نہ گور پہ مجنون کے دشت مین
اکثر بگولا گرد مزار اُٹھ کے رہگیا

رخ سے اُٹھا کے زلف جو پھرتے نے چھپا دی
دل سے پردہ شب تار اُٹھ کر رہگیا

گر کر نہ سہل سکا نہ ترا زخمی نگاہ
دیکھا یہ تیر خوردہ شکار اُٹھ کر رہگیا

رکھہ ہاتھہ سے نہ جام صراحی اُٹھا کہ تو
ساقی بلا سے ابر بہار اُٹھ کے رہگیا

بھڑکی ہے بیطرح یہ ظفر آج دل کی آگ
آگے تو شعلہ سا کئی بار اُٹھ کے رہگیا

دیگر

مین چمن مین بھی رہونگا دل گرفتہ اے صبا
بول نہین ہے سیر ادہ غنچہ کہ جو کھل جائیگا

جان شیرین جائیگی اپنی شمال کو کن
پر نہ تیرا شوق اے شیرین شمایل جائیگا

تیرے کوچہ سے کہان جائیگا تیرا خاکسار
نقش نقش یا دہین یہ خاک مین مل جائیگا

ہوویگی اُس روز برپا کیا قیامت اے ظفر
خاک پر جسدن شہیدون کے وہ قاتل جائیگا

غلط ہی جو کہے چپکے رہنا کچھ نہین اچھا
نہ کہنے مین مزا ہی تم سے کہنا کچھ نہین اچھا

جنھون سے دوستی کی وہ ہمارے ہوگئے دشمن
قصور اُنکا نہین ہے اپنا لہنا کچھ نہین اچھا

ستم اُس یار کا سنیے یہ سہنا ایدل اچھا ہے
ولیکن بانکا غیرون کے سنا کچھ نہین اچھا

محبت کی پڑین گر بیڑیان پاؤن نہین ہلتا
نہ کہنا چاہیے ہرگز یہ کہنا کچھ نہین اچھا

جہانتک بک سکے اس گریہ کا ہی رکنا اچھا
ہمیشہ اشک کا آنکھون سے بہنا کچھ نہین اچھا

خط شبرنگ تیرا خوشنما ہی تیرے عارض پر
وگرنہ ماند کا عالم مین گہنا کچھ نہین اچھا

غزل یہ اے ظفر بے نکلی ہونٹون اور چڑھی کو ٹھون
نہین کہنے کی جو بات اُسکا کہنا کچھ نہین اچھا

دیگر

جال اُس زلف نے ایسا کسی بیکا مارا
ہوگیا دل یہ گرفتا غضب کا مارا

پھر گیا منہ ترا عیسی اسے کہ جب دینا نے
اک طپانچہ ہوس عیش و طرب کا مارا

اے پریرو اپنی صورت تو دکھائیگا جسے
صاف وہ حیرت زدہ آئینہ سان ہوجائیگا

وہ جو دلمین تنگ سی ہے آگ بجھنے کی نہین
چشم تر سے گرچہ اک دریا روان ہوجائیگا

دیکھنا اس چاند کے ٹکڑے کو کہ یونکر جانتا
ٹکڑے ٹکڑے دل مرا مثل کتان ہوجائیگا

اے جنون تیری بدولت نام میرا آخرش
دشت مین ہر خار کے منہ زبان ہوجائیگا

بلا اس نوفشانی سے کہین اے چشم تر
دیکھ میرا راز دل سب پر عیان ہوجائیگا

اے تغافل کیش کی تونے اگر آنے مین دیر
کام آخر تیرے عاشق کا یہان ہوجائیگا

کرتے ہین دعوی محبت کا جو اس سفاک کے
اے ظفر اک روز انکا امتحان ہو جائیگا

دیگر

ہمارا انکا ہے جبدم مقابلا پڑتا
نہین کلام کا غیرون کو حوصلا پڑتا

فراق یار مین ہو دیگی زندگی کیونکر
کہ جیسے جان کے یہ غم تو ہے بلا پڑتا

یہ سوز دل سے مرا اشک گرم ہے کہ جہان
بدن پہ گرتا ہے وان ایک آبلا پڑتا

سناتے نالہ پر درد ہم اگر اپنا
تو بلبلو ابھی صیاد بلبلا پڑتا

نصیب ہوتے بھلے اپنے گر محبت مین
تو بد معاملہ سے کیون معاملا پڑتا

اسیر لف ترا ہے یہ قید سے مانوس
کہ چین ہے نہین بے طوق و سلسلا پڑتا

بلا سے تیری جو الجھے وہ زلف شانہ سے
تو اسکے بیچ مین ہے کیلیے ولا پڑتا

تیرے اک تار کی قیمت مین جنون مین و مہار
تو بھی سودا نہو اگر زلف پریشان مہنگا

روبرو اس لب پان خورہ کے کچھ دال نہین
کیا ہوا گرچہ ہے لعل بدخشان مہنگا

جان تک بھی تو اگر دیکے اُسے لے ایدل
نہ کہون مین کہ لیا تو نے یہ پیکان مہنگا

کہو قاتل ہے کرے ہاتھ لہو سے رنگین
نہین منہدی ہے سو اخون شہیدان مہنگا

کردیا آنسو دن نے میرے یہ بھی اب دُر غلطان مہنگا
ایک کوڑی پہ تھی آب

گر ظفر ایک نگہ پر ترا ہو جائے غلام
چھوڑ یوست کہ نہین تجکو یہ انسان مہنگا

دیگر

ساقی ہے نشہ آنکھون مین ہموار سے ہلکا
نظر نہین ہے یہ طل گران پھول سے ہلکا

ہر بات مین تو ایک بھی ہے لاکھ پہ بھاری
گربات کو اپنے نکرے طول سے ہلکا

ہر جامہ تکلف کا پسند یدۂ احمق
ہوگا نہ گدھا یہ کبھی اس جھول سے ہلکا

اچھا کیا سر تو نے مرے تن سے اوتارا
اب کوئی نہین اس ترے مقتول سے ہلکا

جز تارک دنیا ہو ہوس سے نہ سبکدوش
یہ بوجھ نہ دنیا کے ہو مشغول سے ہلکا

صرفہ نہین کاغذ کا مگر بھیجتے ہین وہ
خط اڑ اک ہین اندیشہ محصول سے ہلکا

دنیا مین ظفر وہ ہے گرانبار رہالت
کب ہوتا ہے وہ مرد معقول سے ہلکا

کہوگے حال دل اپنا ظفر کیا مہ جبینوں سے
کہ انکا تو وداع اے مہربان پایا نہیں جاتا

کھا کھا کے تیر غم یہ مرا حال ہوگیا
سینہ تمام سینۂ غربال ہوگیا

زلفو نکو اس نے ہاتھ لگا نے دیا نہیں
کچھ دستگیر اپنا جو اقبال ہوگیا

کوئی درخت زلف کی کشتہ کے خاک سے
پیدا ہوا نہ ایک مگر جال ہوگیا

جانکاہ دل کا غم ہے نہیں اور غم مجھے
غارت بلا سے گر چہ زر و مال ہوگیا

لگتو شفق نہیں ہے کسی پر مگر فلک
گرم غضب ہوا سے جو منھ لال ہوگیا

عاشق ہوا جو یار کے طرز خرام پر
آخر کو رفتہ رفتہ وہ پامال ہوگیا

وقت نظارہ روے مصفا پہ یار کے
عکس اپنی مردمک کا ظفر خال ہوگیا

کدورت دل میں ہے ظاہر صفائی گر ہوئی تو کیا
ملاپ اپنے سے ہوا تو کیا جدائی گر ہوئی تو کیا

ارے نا آشنا پھر وہی نا آشنا ہو تم
کسی کی تم سے دو دن آشنائی گر ہوئی تو کیا

بنایا ہے صنم جس نے انھیں سجدہ اسی کو ہے
بتو نکے سنگ در پر جبہ سائی گر ہوئی تو کیا

جوانی کسی طاقت کوئی ہو سکی ہے پیر میں
کسی تدبیر سے حاجت روائی گر ہوئی تو کیا

روانی جاتی ہے دہ آنکھ دیکھو ابھی غیرت سے
مری اشک پر اسکے لڑائی گر ہوئی تو کیا

نہیں پرواز کی صیاد بال و پر میں طاقت
قفس سے ہم اسیروں کو رہائی گر ہوئی تو کیا

تھا کسو کے بھی قابو کا یہ بشر لیکن
قضا نے اسکو دیا فنا نے سنبھا یا

ستم سے ہم نہیں اُس بیوفا کے گھبرائے
ظفر ہمیں تو ہماری وفا نے سنبھا یا

دیگر

دیکھکر شکل الف وہ قدِ رعنا سیدھا
دل سے نکلا مرے ہر نالہ بنکا سیدھا

نہوا گردن ولدار مین خم یونہین رہا
سر تون ہر دعا دست تمنا سیدھا

کج ادا ایسا کیا حسن کی دولت نے تجھے
بولتا بھی نہین وہ شوخ خود آرا سیدھا

باتین کرتا ہی عدو مجھ سے جو ٹیڑھی سیدھی
ایک دن خوب یہ کہکے بجٹ پے گا سیدھا

خانہ اُس زلف کے کوچے مین کہ ہے خم در خم
دل نساست زدہ لے لنگ کا رستا سیدھا

اے کماندار ترے تیر کے قربان ہون یکبون
چھوٹتے ہی ہر دل کی طرف آیا سیدھا

طرز ٹیڑھی ہے سخن کی ترے کس سے ہو ادا
ظفر انداز ہے یارون کا تو سیدھا سیدھا

بنا ہی جو نخ مہوش پہ تل پری ہے بنا
کوئی ہے زہرہ بنا کوئی مشتری ہی بنا

جو دہ مین اشک تو یاقوت و لعل لخت جگر
ہمارا دیدہ دکان جوہری ہے بنا

کوئی بنا کوئی بگڑا یہی رہا ہر روز
جہان مین جیسے کہ یہ چرخ چنبری ہے بنا

بھلا ہے رو سے منور پہ مطلع ابرو
عجب مطلع دیوان انوری ہے بنا

علم کر تیغ کو سو بار اس قاتل کا ہاتھ اوٹھا
نہ ہرگز واسطے فریاد کے بسمل کا ہاتھ اوٹھا

رہا بجبن یہ عالم زال کی بیقراری کا
کہ دل پر سے نہ دم بھر عاشق بیدل کا ہاتھ اوٹھا

عطا استاد ہوا سکو دعا دستور ہے اسکا
اور ہنم کا ہاتھ اٹھا اور سائل کا ہاتھ اوٹھا

اوٹھا یا دد جہان سے ہاتھ پر تیری محبت سے
نہ ہرگز اے ستمگر اس ترے بایل کا ہاتھ اوٹھا

نہین اوٹھنے کا ہو کر خشک اسکا ہاتھ نخجیر
جو تجھپر سار بان ناقہ محمل کا ہاتھ اوٹھا

گئے ہم سامنے سو بار پر صاحب سلامت کو
نہ محفل مین کبھی اس رونق محفل کا ہاتھ اوٹھا

رہا سر پر ہمارے دو جہان مین افسر شاہی
ظفر سر سے نہ اپنے مرشد کامل کا ہاتھ اوٹھا

دیگر

ہن تیرے غب حال مری جان ہے میرا
بیٹھا ہون کہین اور کہین دھیان ہے میرا

کچھ پوچھو نہ جو حسن جہان کی ہے تجلی
دل دیکھتا کچھ اسمین عجب شان ہے میرا

حال دل غمگین نہ کہا مینے کسی سے
اے حضرت غم تیہ یہ احسان ہے میرا

نے مجکو غرض دین سے نہ کفر سے مطلب
عشق اس بت بدکیش کا ایمان ہے میرا

مانع جو رہ نیک سے ہو تجھے غافل
تو جان لے یہ دیو لعین کہ شیطان ہے میرا

صحرا سے بھی مین جاؤن نکل ننگ ہون اتنا
پر خار نہین چھوڑتا دامان ہے میرا

آج کیا کل بھی نہین آئیگا وہ عذر خلاف | اے دل بیتاب مین کیونکر کہون آج آئیگا

زلف کے افعی کو ہاتھون مین کھلائیگا وہی
ہاتھ جسکے اے ظفر کوئی فسون آجائیگا

دیگر

سنا ہی مشورہ شب اُسکے گھر مین اور کچھ ٹھہرا | ارادہ کیا دل شنگ قمر مین اور کچھ ٹھہرا
یہ ٹھہرا جاتے جاتے کیون مراخط لیکے کیا باعث | اگر قصد اخیال نامہ بر مین اور کچھ ٹھہرا
نگین دل کا تھا مول اور کچھ ٹھہرا ہوا پہلے | گیا جبدن دست سیمبر مین اور کچھ ٹھہرا
کبھی اخگر کبھی شعلہ کبھی گل ہے کبھی لالہ | نہ ٹھہرا داغ یہ میرے جگر مین اور کچھ ٹھہرا
کوئی زہر اجبین ٹھہرا ہے کوئی مہ لقا اُسکو | نگردہ مہر وش میری نظر مین اور کچھ ٹھہرا
نہین نازان ہم اُسپر اُسنے ہمکو دوست ٹھہرایا | ابھی دیکھا وہ ظالم لحظہ بھر مین اور کچھ ٹھہرا
ہر اک کے ذہن مین کچھ طور ٹھہرا اسکے ملنے کا | طریقہ اُسکا پر فہم ظفر مین اور کچھ ٹھہرا

اُس تکدہ مین جسنے کہ اے بت تجھے بنایا | کیا خوب نظر باز وہ بندہ ہے خدا کا
اللہ ری تیزی تری شمشیر نگہ کی | دم سرد جسے دیکھ کے ہو تیغ قضا کا
کہتے ہین مہ نو جسے دیکھا اُسے ہمنے | ہے ایک تراشیدہ ترے ناخن پا کا
کیا اُس ترے بیمار کو اُمید شفا ہو | جسکو کہ اثر ہو نہ دعا کا نہ دوا کا
اے دوست اُس دلبر بیمہر کے آگے | کیا نام وفا لون کہ وہ دشمن ہے وفا کا

عشق کے ہاتھ سے ظفر بیچ متاعِ جان کو
دوں زر نقد داغ دل دیکھ تجھے کھرا کھرا

دیگر

سوزشِ غم سے پڑا دل پر پتنگا آگ کا
یہ جلا ہوگا بڑی مشکل سے چنگا آگ کا

جامہ زلی کا اپنی آسمانی دیکھنا
ہے شفق سے کیا تماشا رنگ نگا آگ کا

نالہ سوزان کی میرے گرنے ہنگامہ سے
اسکے گرجنے رہا شب ایک دنگا آگ کا

دیکھ بجلی کو ستوں سے پرتو پھرا ہے
تو نے ڈالا ہے گلے میں کیا جھلنگا آگ کا

دل مرا پارہ ہے آتش رخوں کے عشق سے
ناتواں ہرگز نہیں ڈرپوک تنگا آگ کا

ہر بن مو سے ترے دیوانے کی نکلی ہے آگ
ننگا بالا سراپا جسم ننگا آگ کا

شیخ جی بادہ خوں مستوں کی گرمی جگر
کب بجھاتا ہے یہ شعلہ آب گنگا آگ کا

کہ خدا جانے یہ میری آہ سوزاں کیا بلا
آسمان پر ایک لگاتی ہے اڑنگا آگ کا

لڑتی ہے بندوق سے جو اے ظفر فوج فرنگ
رکھتے ہے ہتھیار پاس اپنے تفنگا آگ کا

عارض کا صاف رنگ ترے گل میں آگیا
زلفوں کا پیچ و خم ترے سنبل میں آگیا

کس چشم پر خمار کا ساقی پڑا ہے عکس
جس سے کہ یہ نشا قلزم مل میں آگیا

کہتے ہیں کون میں ہمہ کہ وہ در فراق سے
ہے فرق میرے صبر و تحمل میں آگیا

کرشمہ ہے یہ نرگس چشم مست کا میکش
ہمین مین ہو کف زر کرکے دعا باغ دیا

نہین نصیب دلا شاہان ہفت کشور کو
ہمین جو فقر نے ہے گوشہ فراغ دیا

شگفتہ غنچۂ دل کیون نہو کہ اُس گل نے
ہمین جو بوسہ دیا ہو کے باغ باغ دیا

سخنوری مین ظفر کون تم سے ہو ہمسر
خدا نے ہے یہ تمھین کو دل و دماغ دیا

نکوئی یار پایا اور نہ کوئی آشنا پایا
جسے یان دوست جانا اُسکو دشمن جان کا پایا

پھرے ہم ڈھونڈھتے مدت تلک اک صحبت ایسی
رفیق اپنا نہ کوئی بھی ترے غم کے سوا پایا

قمر کو نسبت اُس عارض سے کیا ہے ملا دیکھا
اسے اُس سے جدا پایا یا اُسے اس سے جدا پایا

کسی سے کس لیے پوچھین صنم خانہ کا رستہ ہم
کہ اپنے اُس صنم کا ہے دل ہی مین پتا پایا

ملایا تیرے خال رخ کو جب خال سویدا سے
تمہ ہے ہنسے دونو مین نہ فرق اک نکتہ کا پایا

خط اُس نے نامہ بر کے دیا پڑھکر چھپا ڈالا
الٰہی شکر غیرون نے نہ میرا مدعا پایا

سنا یوسف کو بھی ادراک جہانکو انکے نے دیکھا
مگر تجھ سا حسین ہنے نہ ہرگز دوسرا پایا

ذرا بھی دل ہلا تیرا نہ کافر میرے نالے سے
فرشتے کانپ اُٹھے عرش برین کا ہلگیا پایا

ظفر کیونکر نہ یہ ظلم و ستم پھر روا رکھین
کہ مجھکو ان ستمگارون نے اپنا مبتلا پایا

مانگ کی لیکھ پر سہرات سویرا دیکھا
کوچۂ زلف مین دنکو بھی اندھیرا دیکھا

مطلع ثانی

زلف عارض پہ ہے اس شوخ گلستان رو کے
یا چمن مین ہے کوئی مار سیہ بل کھاتا

دیکھ اے قاتل سفاک ترا کشتۂ ناز
خون کے دریا مین ہے، غوطے سر مقتل کھاتا

بوسہ لون سیب ذقن کا ترے اے سرو رواں
نخل سے سرو کے ہو کوئی اگر پھل کھاتا

چشم گریان سے جو میرے نہ مقابل ہوتا
تو ہوا کے نہ طمانچے کبھی بادل کھاتا

کھالیا آج ہی گر غم نے مجھے خوب ہوا
آخرش کھاتا ہی یہ آج نہین کل کھاتا

ہون وہ سرگشتہ جنون مین کہ بگولے کی طرح
اے ظفر دیکھ کے چکر مجھے جنگل کھاتا

وہ سیکھے بے طرح کچھ سیر کرنا
مجھے ڈر ہے الٰہی خیر کرنا

تو دل مین جو میرے آبسے تم
ہوا منظور کعبہ دیر کرنا

طیور سدرۂ وطوبیٰ کو سکھلائے
ہمارا طائر دل طیر کرنا

غضب ہے تو پہ عاشق کو کھٹکر
فرنگی زاد تیرا فیر کرنا

ہرے ہونے پہ میرے زخم دل کے
پھر آکر اس چمن کی سیر کرنا

نہین اس مصحف رخ پر مناسب
تجھے اے زلف لبنے پیر کرنا

ظفر جاتے وہ میرے پاس سے کیون
اگر ہوتا نہ پاس غیر کرنا

کوئی دم فنا کی ہے منزل مین بیٹھا
بس اب تو ہے کس فکر باطل مین بیٹھا

صدا آتی نہیں قلقل کہ ساقی شیشہ مے سے
تجھے وہ جانکر ہے رونق محفل دعا دیتا

دل ایذا طلب لوں میں ان ایذا دہندہ کو
دعا دیتا ہے جن کو جیسے ہی سائل دعا دیتا

تجھے اے صید افگن دیکھ تو کس کس محبت سے
ترا صید محبت ہر دم بسمل دعا دیتا

ظفر اشکوں سے میرے جب مدد پہونچے ہے دریا کو
تو میری چشم تر کو ہے لب ساحل دعا دیتا

نہ آئے آتے آتے کیوں خبر کیا تھی ہوا کیا
وہ الٹے پھر گئے منظر کیا تھی ہوا یہ کیا

وہ ڈوبا دشمنوں کا گھر ترے رونے سے تم نے
توقع ہم کو تجھ سے چشم تر کیا تھی ہوا یہ کیا

کیے خط کی طرح کیوں پرزے پرزے راہ قاصد کے
کوئی پوچھے خطائی نامہ بر کیا تھی ہوا یہ کیا

وفا کے ہم ہوئے خواہاں کیا تو نے ستم ہم پر
تمنا ہم کو اے بیداد گر کیا تھی ہوا یہ کیا

کہیں کیا سرگذشت اپنی نہ پوچھ اے شمع ساں ہم سے
لگی لو ہم کو شب سے تا سحر کیا تھی ہوا یہ کیا

ہوا دل اس کا پتھر جانتے تھے سوم ہو جاوے
ہمیں نالوں سے امید اثر کیا تھی ہوا یہ کیا

دعا دو اپنی پیری کو بنے تم پارسا دیکھو
تمہاری وضع آگے اے ظفر کیا تھی ہوا یہ کیا

دیگر

یوں تیرے ہجر میں دل مضطر ہے لوٹتا
جیسے کہ ذبح ہو کے کبوتر ہے لوٹتا

کیا کہدیا ہے کان میں باد بہار نے
مارے ہنسی کے گل جو زمیں پر ہے لوٹتا

چمن میں جاے بھی جب اے ظفر وہ رشک چمن
تو اُسکو دیکھ کے ہے باغ باغ گل ہوتا

جب آکے سیرے قتل کو قاتل اُلٹ گیا
مضطر ہوئی یہ سنکے قضا دل اُلٹ گیا

آتا نظر ہی یون فلک سبز واژگون
جیسے ہو جام زہر ہلاہل اُلٹ گیا

جان اولیٰ پھر گئی ہے اگر یون تنک
یہ آکے راہ رو سر منزل اُلٹ گیا

عاشق کے دلکو یہ ترا مار سیاہ زلف
بس کاٹتی ہے حور و شمایل اُلٹ گیا

ساقی مثال شیشہ رہی روتے روتے آج
دم میرا بن ترے سر محفل اُلٹ گیا

عالم وہ کیا عمل نہو جسکا کتاب پر
بیفائدہ دریون جاہل اُلٹ گیا

بیتابیون سے دل کی پس از مرگ اے ظفر
سنگ مزار عاشق بیدل اُلٹ گیا

دیگر

جب اُس نے ناز سے تینو کمر پہ باندھ لیا
قضانے میرا کفن اپنے سر پہ باندھ لیا

یہی علاج تھا پٹی کی جا ترا وصال
اوٹھا کے ہمنے جو زخم جگر پہ باندھ لیا

یہ کہدو شمع سے گلگیر چھوڑنے کا نہین
ارادہ اُسنے ترے تاج زر پہ باندھ لیا

ترا ہے تار نظر بھی عجب گمند بلا
کہ تونے اُسکو پڑھا جو نظر پہ باندھ لیا

گذر ہو کیونکہ مرا وہان کہ مجھسے لوگون نے
غریزہ بیوی اُس رہگذر پہ باندھ لیا

بیٹھے کے مثل کف پا اٹھے نہ اسکے کوچے سے
کچھ ہی ہووے اب تو ظفر یہ دل مین ہنے ٹھان لیا

اگر بے پردہ ہم سے وہ بت کافر ادا ہوتا
میسّر سکو دنیا ہی مین دیدار خدا ہوتا

چھپاتا مجھ سے زیر دلف تو کیون حال رخ اپنا
ستارہ گر اجکا ہوا سے مہ لقا ہوتا

اگر تھوڑی سی پیرمین بھی نمک ہین بیدرد قاتل
لگاتا مرہم نمونکو منھ کو کیا مزا ہوتا

خدا سے ڈر نہ کھم پر روا جور و ستم اتنے
کہ ظالم دل ستاتا ہے غریبون کا برا ہوتا

نہ ملتا اسطرح مین خاکمین گر میرے جانے سے
نہوتا تو مکدر دل ترا مجھ سے صفا ہوتا

تری اس بیوفائی پر فدا ہوتی ہے جان اپنی
خدا جانے اگر تجھمین وفا ہوتی تو کیا ہوتا

خطا ہی کیا اگر دشمن ہے میرا وہ بت کافر
نہین اے حضرت دل کچھ بھی بحکم خدا ہوتا

خدا کے خیر کی جلدی بجھائی آگ اشکون نے
وگرنہ سوز دل سے آج مین جل ہی گیا ہوتا

ظفر کچھ درد ہوتا ناصح بیدرد کو میرا
اگر درد محبت مین دل اسکا مبتلا ہوتا

دیگر

جبکہ مجھے اندیشہ عقبیٰ نہین ہے بھلا
پھر تو بھلا جی نہین میرا کاہکو نہ بھلا

مطلع ثانی

نالہ کرون کیا سانس بھی لینی اب تو جی مین ہے کھلا
بیٹھ سے مین کچھ اشک بہا کر دل کو ہلکا کر لیے بھلا

میرے گریہ نے کیا جو خشکی لب کا علاج
صاف ہر آنسو برنگ موم روغن بنگیا

گر لگا تیر اُسکے سینہ میں مرا اچھا ہوا
بھاگنے کو دیکھ سے ایک رزن بنگیا

رو کے ہم اپنی اسیری پر تو یہ رہا بہا
حلقۂ گرداب اپنا طوق گردن بنگیا

نے اثر کرتا ہے نالہ اور نہ کچھ تاثیر آہ
دل خدا جانے ترا پتھر کہ آہن بنگیا

ہو گیا پانی مرے نا تونکی گرمی سے جو خشک
پاٹ دریا کا ظفر صحرا کا دامن بن گیا

دیگر

نہ ہے یہاں دیر کا چرچا نہ حرم کا چرچا
اپنے گھر میں تو ہے اس اپنے صنم کا چرچا

حسن مطلع

تھا جو خوبان ستمگر میں ستم کا چرچا
اور وہ تیغ ستم سے ترے چمکا چرچا

نہ کہیں تذکرہ دریا کا ہے نہ ابر کا ذکر
جا بجا ابتو ہے اس دیدۂ نم کا چرچا

کیونکہ خنداں ہو نہ گل کیونکر نہ شبنم گریاں
اس چمن میں جو ہے شادی و غم کا چرچا

تن گل خوردہ کو جسدن سے ہمارے دیکھا
کوئی کرتا نہیں گلزار ارم کا چرچا

ذکر ساقی کا ہے یا ساغر مے کا مذکور
نہ یہاں جام کا چرچا ہے نہ جم کا چرچا

خط پشت لب لعلین کو دکھائے اپنے
ہو جہاں کچھ خط یاقوت رقم کا چرچا

دیگر

غلط گو ہی کہے جو چپ رہے سے کچھ نہیں ہوتا
یہاں جسے ہی کچھ بھی ہی کہے سے کچھ نہیں ہوتا

ہنسے جام لبالب بھی تو کیفیت ہو ساقی
مرا ہی کے تو خالی مٹکے سے کچھ نہیں ہوتا

سنے ظلم ان ستمگارونکے کوئی کس توقع پر
کہ یاں ظلم و ستم بھی تو سے کچھ نہیں ہوتا

مجھے بھائے ہین اپنے نالہائے زار اے بلبل
مرا دل خستہ ہے اس چیچے سے کچھ نہیں ہوتا

دکھاوے تو رخ نو خط پہ خط سبزی نکلے سے
کہ حاصل لطف سبزی نکلے سے کچھ نہیں ہوتا

نہین بجھنے کی دل کی آگ گرچہ ہے سیر مینون سے
بہا دریا تو کیا دریا ہے سے کچھ نہیں ہوتا

خط آنے پر بھی ہے عالم وہی اس روے روشن کا
ظفر بے نور یہ سورج کے سے کچھ نہیں ہوتا

دیگر

کچھ دیدۂ گریان ہی ہے آنسو نہیں تھمتا
زخم جگر و دل سے بھی لہو نہیں تھمتا

تھامے دل دیوانہ کو کیا کوئی کہ مطلق
ہوتا نہین پابستہ گیسو نہین تھمتا

ای صید فگن چشم غضبناک سے تیری
بھاگے ہی جو ڈر کر تو پھر آہو نہین تھمتا

کیون ہو کے خفا ایسا چلا آج یہان سے
سب تھامتے ہین اور وہ بد خو نہین تھمتا

سر کیون نہ ٹپکتے ہون سکڑون شمشیر زنی سے
اک ذرا ہاتھ جفا جو نہین تھمتا

تو کہتا ہو جانیکو بتا اب لگا کیونکر
میہہ آج تو اے شوخ پر و نہین تھمتا

کہنے کو قاصد کس زبان سے وہان بھیجا ہوا
آخر تنگ آیا نہین کیا جانے اسکو کیا ہوا

ہین اگر یہ جانتا تجھ سے نکرتا دوستی
دوستی ہین تیرے دشمن اک جہان میرا ہوا

آگے تو آگ اس طرح مجھپر نہ ہوتا تھا کبھی
آہ ہے یہ شعلہ خو تو کس کا بھڑکایا ہوا

مر گیا بیمار اسکے نرگس بیمار کا
دوستو اچھا ہوا اچھا ہوا اچھا ہوا

دل کو سمجھا تو مرے ناصح اگر سمجھا سکے
مجھکو سمجھاتا ہی کیا ہو نہین تو سب سمجھا ہوا

درد اور بیٹھے رشک سے کیونکر نہ پہلو مین مرے
غیر کو دیکھین بغل مین جب ترے بیٹھا ہوا

وہ جو دل کی آگ تھی میری مہر گر بجھ گئی
اگرچہ شکوہ کا رواں آنسو مین اک دریا ہوا

جب کہا مین نے کہ کیجے دل کا سوز دلنشین
بولے برہم ہو کے وہ ہی کیون تجھے تو ہوا ہوا

خیر تو ہے کیا ہوا اگر بڑی کہین اُس یار سے
آج کیون تو لے ظفر پھرتا ہے گھبرایا ہوا

جو مطلب ہے کتاب عشق مین سب یاد ہو جاتا
مری صحبت مین مجنون بیٹھکر اُستاد ہو جاتا

زبان جب اپنی ہو جاتی ہے اپنے واسطے دشمن
سخن ہی اپنا ناحق مین اپنے ہی جلاد ہو جاتا

قیامت کرتا برپا عاشق شوریدہ پر کیا کیا
اگر بیدار شکوہ سنکے وہ فریاد ہو جاتا

ترے نالون سے پتھر موم ہو جاتے ہین پر ظالم
ترا دل اور بھی ہے سخت اک فولاد ہو جاتا

خجل ہو جاتا ہے گل دیکھکر رخسار کو تیرے
ترا قد دیکھکر شرمندہ ہے شمشاد ہو جاتا

اگر دو چار ہوتے اور بھی مجھ سے ترے مجنون
تو آ کے عشق نگر دشت جنون آباد ہو جاتا

غیر کے ہاتھوں سے پی تو نے شراب اچھا کیا
رشک سے تو لکو کیا میرے کباب اچھا کیا

کھوئی میری آبرو در در کے کوے یار مین
تو نے رسوا مجھکو اے چشم پر آب اچھا کیا

کہتے ہین کہنے دو اسکے لوگ دیوانہ مجھے
یار نے مجھکو عنایت یہ خطاب اچھا کیا

شکوہ مین کس کس خرابی کا کرون تیرے دلا
جو کیا تو نے سو اے خانہ خراب اچھا کیا

ہوتا عیسی سے نہ برسون مین بھی چنگا یہ مریض
اے اجل تو نے اسے آکر شتاب اچھا کیا

سو دل سے اندن مین لاکھ درخ مین ہم
عشق نے مجکو گرفتار عذاب اچھا کیا

اپنے ابرو پر بنایا نقطۂ خال سر سے
داد دا کیا تمنے مطلع انتخاب اچھا کیا

لیگیا کوچے مین اس بیدرد کے کیون مجھے
یہ نہ تو نے اے دل پر اضطراب اچھا کیا

ٹکڑے ٹکڑے تو ہوا خط کی طرح قاصد مگر
جو کیا اس نے ظفر اس سے جواب اچھا کیا

حال غم لکھکر تجھے بھیجون بتا گر کیا کیا
مجکو اے بندے خدا کے ہی مری پرواہ کیا

قامت رعنا کا تیرے جب سے ہی مکو خیال
دل سے نکلی ہی ہمارے ایک سیدھی آہ کیا

بیطرح چاہ زنخدان کی ہوئی ہی دلکو چاہ
دیکھیون تو انواڈ دل کرتی ہی ایہ چاہ کیا

لاخری سے عشق نے دیکھو لگائے پر مجھے
اڑتا پھرتا ہون ہوا مین ہی برنگ کاہ کیا

اس پری کو دیکھکر دیوانہ یہ جو بنگیا
بیٹھے بیٹھے ہوگیا دلکو مرے ناگاہ کیا

ہمپہ گر تیغ آزمائی اب تجھے منظور ہے
کر تو بسم اللہ دیکھے ہی اجل کی راہ کیا

ہم ایک بوسہ نہ دیکھو دیویں مفت
تو ان نیا دون بھی ہیں اپنی جان کیا خوب

بھولا ہے نگہ ہیں جو اک جہان کے ہوش
تمھاری چشم کو بھی یاد ہے فسون کیا خوب

جھک کو دیکھ کے اسکی پڑے نہ برق کو کل
ترے ہی پانو ہیں کفش کلابتون کیا خوب

جو خوب رنگ حنا چاہتے ہو ہاتھو ہیں
تو دیکھو کھا ہی سرخی ہمارا خون کیا خوب

تمھاری بزم ہیں غیر تسے ہوئے سرگوشی
ہم آ بیٹھے ہیں چپکے سرنگون کیا خوب

ترا خوب ہون عالم ہیں خوبرد یسکن
ترے مقابلہ ہیں انکو ہیں کہون کیا خوب

بہا ہے ہیں جو یہ اشک سیر دیدۂ تر
بجھیگی اسسے مری سوزش درون کیا خوب

بہار لالہ چمن ہیں نہ دیکھ انکو دیکھ
ظفر ہیں یار کے رخسار لالہ گون کیا خوب

صوت شیفتہ زیبان ہر گل سے سرگوشی ہی خوب
اس چمن ہیں غنچہ کے مانند خاموشی ہی خوب

خواب ہیں کسکے لب رنگون کا بوسہ لیا
آج جو ہمکو نہیں کچھ ہوش بیہوشی ہی خوب

جو کہا غیرون نے تم سے ہم نرکھو دلمین یاد
یاد رکھو ایسی باتو ہیں فراموشی ہی خوب

عید کے دن بھی نہیں ہوئے اغلگیران کر
اندرون غیر وسے جو انکو ہم آغوشی ہی خوب

جس جگہ اہل ہنر کے بے ہنر ہون عیب جو
وان ہنر کے فاش کرنے سے ہنر پوشی ہی خوب

چڑھی آنکھون ہیں پھر پھرہی ہی اترا ہوا
کی کسیکے ساتھ تونے آج مے نوشی ہی خوب

تا جن یار دریا ہیں پڑے جیسے ظفر
کر رہی ہر موج دریا یاد دلہ پوشی ہی خوب

جیسے کیسے ہین مگر پڑے مرد کے عشق نے ۔ ایسے بنے نہ ہاتھ سے قصاب کے کباب

جو آبرو ہے عشق مین آنسو کو اے ظفر
ہے ایسے منہ پہ گوہر خوش آب کے کباب

منعم و مفلس ہین دونون بزم ہستی مین خراب ۔ لال مستی مین ہے یہ وہ فاقہ مستی مین خراب
ہین بھوین تیری وہ آفت ہوین جنکے ہاتھ سے ۔ دو جہان یک ضربت تیغ دو دستی مین خراب
یہان ترقی و تنزل سے مثال گرد باد ۔ گہ بلندی مین ہین ہم اور گہ پستی مین خراب
صرف ہو جام و سبو مین خاک اپنی ساقیا ۔ تا نہو مٹی ہماری مے پرستی مین خراب
تنگدل کو یون خرابی مین رکھے دست فراغ ۔ جسطرح بیچو ہے کوئی تنگدستی مین خراب
قید او مین عشق مین دونون ہین آوارہ مگر ۔ وہ ہے جنگل مین خراب اور مین ہون بستی مین خراب

حق پرستی کا جنھین دعوے تھا اپنے اے ظفر
عشق کے ہاتھون سے ہین وہ بت پرستی مین خراب

ہین تیرے قد کے سامنے سرو چمن خراب ۔ ہین تیرے رخ کے آگے گل یاسمن خراب

مطلع ثانی

دلکو کریگا خوب یہ دیوانہ پن خراب ۔ اسکے ابھی سے ڈھنگ ہین جلپن خراب
جسطرح وقت صبح کے فانوس مین ہو شمع ۔ یون حال ہے جلوہ گاہ زیر کفن خراب

دلسا بھی لگ چلیو الا کوئی ہو تو خال خال
جو بر جائے ملکہ خال رخ حیل تاج ملاپ
گر ارادہ ہے کہ پہونچو منزل مقصود کو
عشق سے مل چل بخیر و اس سیر تراج ملاپ

جسکو ہو جل مرکب اس سے کوسون دور بھاگ
اے ظفر اچھا نہین ہے ایسے جاہل سے ملاپ

ساتھ میرے چلیے چلو چپ چپ
زاد مین تم نہ کچھ کہو چپ چپ
گھر مین چل کر شکایتین کرنا
یہان نہ مجھ سے گلہ کرو چپ چپ
کہین ایسا نہو سنین دو چار
تجکو تم ایک بوسہ دو چپ چپ
راز پنہان نہان سے کہلتا ہے
حضرت دل یہان رہو چپ چپ
میرے جاتے ہی آنکے غیرون سے
پھر لگی ہونے گفتگو چپ چپ
بوسہ چشم سرمہ سا دیدو
منہ سے کیا مجھسے کہتے ہو چپ چپ
بولتے تم تو کیا غضب کرتے
سو ستم کرتے ہو تو چپ چپ
ابھی صیاد کی لگی ہے آنکھ
نہ کرو شور بلبلو چپ چپ

دل کسی غنچہ لب کو تم نے دیا
اے ظفر تم جو رہتے ہو چپ چپ

دیگر

گر موسم گرمی مین ہری تیز بڑی دھوپ
پر سونے دل اسکے نہ کبھی وہ پڑی دھوپ

زبان ہی نہ مین ہمارے بھی پر ترے ڈر سے — ہمیشہ رہے ہم اے شوق بدزبان مین چپ
بہار ہو کہ خزان مثل بلبل تصویر — ترے فریفتہ اور شاک گلستان مین چپ

ظفر نہین ہے اگر باغبان کا کچھ کھٹکا
تو آج کیون ہوئے مرغان بوستان مین چپ

ردیف الیای فوقانی

شانہ اُس زلف کو دالے ہی شکن مین انگشت — کون یون دیتا ہے کانے کو دہن مین انگشت
کر دیا فاختہ کو عشق مین انگشت نما — سرو نے اپنی اُٹھائی ہو چمن مین انگشت
کرین اُس چشم مفتن سے اگر ہم چشمی — تو کرون چشم غزالان ختن مین انگشت
دیکھ اُس مانگ کو دانتون تلے لیتے ہین لب — کہکشان نے جو دیا چرخ کہن مین انگشت
خونفشان ہے جو کسی پاے برہنہ کی خراش — کیا فغانی ہوئی ہر خار کے تن مین انگشت
پوچھے قاتل کو اگر کوئی تو کشتہ تیرا — دے اُٹھا تیری طرف اپنے کفن مین انگشت

دست نازک پہ ظفر اسکے ہو بار سنگین
ہو اگر خاتم یاقوت یمن مین انگشت

ردیف التای فوقانی

اللہ رے زمی شت کہ اندا ز تنگ چست — بیچارے جگر مین ترا ہر خدنگ چست
کیونکر بچا پاؤن جان کو مین چشم پر سے — باندھے کمر ہو قتل پہ یہ فاختنگ چست

ظفر

کیا کہین اپنی مصیبت کہ جدائی مین ترے
ہمپہ ہر وقت گذرتا ہی مصیبت کا وقت

اس زمانہ مین ظفر مہر و محبت ہے کہان
ہے یہ وقت اور گیا مہر و محبت کا وقت

کیا غضب ہین تیر ظالم آرہ سے غم کے دانت
ہین یہ گر طعنے جگر مین عاشق بیدم کے دانت

دُر دندان ہے ترے نسبت انھین کیا شک گل
گو وہان غنچہ مین ہون ہر گوہر شبنم کے دانت

عشق اُس آہو نگہ کا ہی قوی دست اسقدر
مارے گر منھہ پر طمانچہ جھڑ پڑین ضیغم کے دانت

اس فلک کو دشمن عالم نہین کیونکر کہون
پیستا ہی یہ ہمیشہ سر پہ اک عالم کے دانت

کمان کے بانے کے ہوتی الجھے بالو نہین نہین
ہین یہ اُس مار سیاہ زلف خم در خم کے دانت

سامنے آئے مرے گر عشق کے میدان مین
کھٹے کر دون ایکدم مین اُنکے ظفر رستم کے دانت

آشنا کون رہا جس سے رکھین ہم صحبت
نہ وہ ہمدم نہ وہ ہمراز نہ وہ ہم صحبت

زلف کے چیر تے ہی ایسے ہوے وہ برہم
روشن زلف پریشان ہوئی ہم صحبت

کم نصیبی یہ ہماری ہی کہ جو غیرون سے
اُنکا اخلاص بڑھا ہمسے ہوئی کم صحبت

کرتے کس لطف سے آپسمین ہین یہ سرگوشی
شیشہ و جام مین ساقی ہے جم جم صحبت

عشق مین ہین تو یہی اپنے مصاحب دونون
ہم رکھین کس سے سوائے الم و غم صحبت

دیکھنا اُس رخ روشن پہ عرق کے قطرے
رکھتی کیا مہر درخشان سے ہم شبنم صحبت

ہو یکسو دلمین نہ زاہد کی صفائی — جب تک کہ رہے ریش کو رندونمین صفا چٹ
ہے تار محبت بھی عجب رشتۂ نازک — جب دلمین کھچاوٹ ہوئی یہ ٹوٹ گیا چٹ

اچھے سے نہ کام اسکو نہ مطلب ہے بُرے سے
کر جائے ہے اک روز ظفر سبکو قضا چٹ

ظالم بلا سے سر کو تو اس مبتلا کے کاٹ — لیکن نہ بات غیر و نمین باتین بنا کے کاٹ
ای دل اوٹھا نہ ہاتھ محبت سے ہجر مین — دن جسطرح کٹین یہ مصیبت اُٹھا کے کاٹ
ہمسر جو تجھ سے گل ہو تو اُسکا جگر تمام — شبنم چمن مین دے ابھی ہیرا کھلا کے کاٹ
اے مار زلف یار مجھے کیون ڈسے ہے تو — چھیڑا اگر ہے دل نے تجھے اُسکو جا کے کاٹ
گن گن کے تارے کرتے ہین ہم صبح اسطرح — دیتے ہین رات ہجر مین اس لقا کے کاٹ
جانین ہین یار دن سیہ و دل جان اور جگر — چونگ کاٹ تیغ نگہ کا دکھا کے کاٹ

منظور کو دہ غم کا ہے گر کاٹنا تجھے
نالہ کو اپنے تیشۂ ظفر تو بنا کے کاٹ

جو وقت ترے تجھسے طرفدار گئے ٹوٹ — جو جو کہ ترے دلمین تھے پندار گئے ٹوٹ

مطلع ثانی

اتو ترے پیمان سبھی یار گئے ٹوٹ — آگے تو یہ تھا چار رہے چار گئے ٹوٹ

رات کو جاگے تھے تم یہ قسم کیوں کر سچ ہے کہ جھوٹ
چھپ کے آئے تھے آپ ہمکو دیکھ کر سچ ہے کہ جھوٹ

اُنکے آنکی سی ہر بیشے اور سی خبر
اے صبا تو سچ بتا دے یہ خبر سچ ہے کہ جھوٹ

اپنا جلوہ تم دکھا دو سبکو تا معلوم ہو
ہم جو کہتے ہیں یہ تھے بے شک قمر سچ ہے کہ جھوٹ

کہتے ہیں آ دل اُنکو ہم اپنی طرف
دیکھتے ہیں جذب الفت میں اثر سچ ہے کہ جھوٹ

تھا میں تو ہے سر بسر ستمہا طاقت کم
پر خدا جانے لکھے اسنے ہنر سچ ہے کہ جھوٹ

بعد بیکہ ہم سے کہتے ہیں آج آئینگے وہ
کوئی کیا جانے مرا سوز جگر سچ ہے کہ جھوٹ

عشق میں جو حال ہے میرا نہیں اسمیں خلاف
قصہ مجنوں خدا جانے ظفر سچ ہے کہ جھوٹ

دیگر

قول بھی جھوٹ قسم بھی بت گمراہ کی جھوٹ
جو کہے وہ اسے جانو قسم اللہ کی جھوٹ

لوگ کہتے ہیں تجھے مہر وش مہر رخسار
نہ تو یہ مہر کی ہے شکل نہ ہے ماہ کی جھوٹ

آشنا کون ہوا در پہ ہے کہتے کون اسے
روش الفت کی غلط طرز نرالی جاہ کی جھوٹ

سنگدل ہے یہ وہ پتھر کہ موم کبھی
ہوئی دلمیں ترے تاثیر مری آہ کی جھوٹ

تم جو ہر بات پہ کھاتے ہو جھوٹ کیسے
دیکھی بات آپ نے کیا بندہ درگاہ کی جھوٹ

خط سے لوگوں نے یہ سنتے ہیں کہ آج آئینگے وہ
پر خدا جانے خبر سچ ہے کہ افواہ کی جھوٹ

سیل گریہ سے ہوئی خانہ خرابی ایسی
نہ رہا در کا پتہ اور نہ دیوار کا کھوج

کوچۂ زلف میں گو شانہ پھرا سر گردان
نہ ملا پر نہ ملا میرے دل زار کا کھوج

جب ہوئی رخصت پرواز قفس سے ہمکو
کہ جو ڈھونڈھا تو نہ پایا گل گلزار کا کھوج

ملا غیر سے ہے یہ حالت کہ نہیں ہاتھ آیا
بستر غم پہ ترے عاشق بیمار کا کھوج

نہ وفا دیکھی نہ دیکھا کوئی خوبان وفا
نہ کہیں جنس کا پایا نہ خریدار کا کھوج

قطعہ

رفتہ رفتہ روش چشم نشان کف پا
مٹگیا اس ترے حسرت کش دیدار کا کھوج

زلف کافر تری بر ہم زن اسلام جو ہو
نہ ہے دین کا نشان اور نہ دیندار کا کھوج

یوں گیا دل سے گذر میرے ظفر تیر اُسکا
کہ نہ پیکان کا ملا اور نہ سوفار کا کھوج

ہوا ہے عہد میں ظالم ترے جفا کا رواج
کہاں ہے رسم محبت کہاں وفا کا رواج

جو دیکھیں خون سے بھرے ہاتھ اس نگار کے رنگ
تو گلرخوں میں نہ ہرگز رہے حنا کا رواج

ترا مریض کرے کیا کہ درد فرقت میں
سوا ہے دوا کا رواج اور نہ ہے دعا کا رواج

جھکا رہی ہے جو یوں چشم شرمگین نرگس
ابھی ہے کچھ چمن دہر میں حیا کا رواج

کرے نہ کیونکہ وہ عاشق کا بے تامل خون
کہ جانتا ہی نہیں آہمیں خونبہا کا رواج

بدن پہ سجے ہے مجنوں برہنگی کو لباس
دیا جنوں نے اُٹھا جامہ و قبا کا رواج

خواہش بوسہ ہے تیرے لب شیریں کے مجھے
اے شکر لب نہیں ہم قند و شکر کے محتاج

نور افزائے بصر جبکہ ہیں تیرے رخسار
وہ نہیں روشنی شمس و قمر کے محتاج

یا کبھی رہتے تھے گلشن ہی میں یا حدت سے
ہم قفس میں ہیں صبا گل کی خبر کے محتاج

اشک لخت جگر اپنے ہیں جو ہر اس میں
انکے دولت نہیں ہم لعل و گہر کے محتاج

جو تری تیغ غم عشق سے ہوں سینہ سپر
وہ بجز داغ جگر ہوں نہ سپر کے محتاج

چشمہ دو جلد جو بحر و سحاب نیسان
اے ظفر سب ہیں مرے دیدۂ تر کے محتاج

ہیں ترے خیلتہ و مال نہ زر کے محتاج
کچھ کھے اک ناز کے ہیں ایک نظر کے محتاج

جنکو بوسہ ہو میسر لب شیریں کا ترے
اے شکر لب وہ نہوں قند و شکر کے محتاج

دیکھیے کسکے بھروسے پہ دل اپنا اسکو
نالۂ آہ تو دونوں ہیں اثر کے محتاج

سامنے تیغ غم یار کے سر باز وفا
ہوں بجز داغ محبت نہ سپر کے محتاج

اشک لخت جگر اپنے کی بدولت عاشق
ہوں نہ دنیا میں کبھی لعل و گہر کے محتاج

نکہت گل کی روش رہتے ہیں جو خانہ خراب
وہ مسافر نہیں اسباب سفر کے محتاج

دل سے ہے دلکو ظفر راہ نہوئی ہرگز
انکے ہم اور ہمارے وہ خبر کے محتاج

ردیف الجیم فارسی

مطلع ثانی

گل جو پھولے نہیں جامہ مین سمائے ہین صبا
آیا کیا باغ مین وہ غیرت گلشن سچ مچ

ابھی مرجاؤن اگر غلو یقین ہو کہ وہ شوخ
آئیگا گور پہ میری پس مردن سچ مچ

یون ہلی زلف ہوا سے کہ دل ایمن دلمین
کاٹ کھائیگی ابھی ڈر کے یہ ناگن سچ مچ

جب مئی سے ہوے رنگین لب نازک اُسکے
برگ گل ننگے برگ گل سوسن سچ مچ

قشقہ ماتھے پہ ہے زنار گلے مین ہے ظفر
ننگیا عشق مین اُس بت کی برہمن سچ مچ

نقاش نقشہ کھینچ سکے اُسکا گر تو کھینچ
کیا کھینچتا ہے دیکھیو دہان و کمر کو کھینچ

کیون کھینچتا عبث ہے دلا آہ بے اثر
گر جانتا ہی کچھ بھی ہی اسمین اثر تو کھینچ

قمری پہ کیا کریگا ستم اور عشق سرو
ڈالا گلے مین طوق دیا دار پر تو کھینچ

بولیگا اُسکے سامنے ای غنچہ منہ ہے کیا
باہر تو اپنا جیب خجالت سے سر تو کھینچ

کیون دیر کر رہا ہے اگر میرے قتل پر
تلوار تو نے باندھی ہی آفتہ گر تو کھینچ

کہتا ہے جذب شوق کہ مین کھینچ لون پہ یار
اُس تنگدل کو لا کے کبھی یاد ہر تو کھینچ

ایسے نہین ہین وہ تو چلے آئین گے ابھی
تو اُنکا انتظار ظفر دو پہر تو کھینچ

دیگر

گرچہ بجھا ہین یار مری سو کسی طرح
پر ایک سے نہ دل کی بجھے لو کسی طرح

ناخن سے تیرے پانو نکے سر نہو سکے
اے مہروش فلک پہ مہ نو کسی طرح

ہر چند ہے نصیب پہ موقوف وصل یار
پر چھوڑ بے نہ اسکی تمنا دو کسی طرح

اس رنگ گندمی کا دلا آدمی ہے شوق
جبتک ہے زندہ کم نہو کیجو کسی طرح

ماہین ناصحین کہو کس کس کی نا صحو
دس کہتے ہین کسی طرح اور سو کسی طرح

مین ضبط گریہ کرتا ہون سو سو طرح مگر
اشکون کی میر سے تھمتی نہین رو کسی طرح

خورشید وار چکے ہین دل روشن اے ظفر
پڑ جائے انکا چھپہ بھی پر تو کسی طرح

دیکھا اسل بروی جو تصویر کو اچھی طرح
پھر سر بسر دکھیے کب شمشیر کو اچھی طرح

بن پڑھے خط پر ترے یکقلم تھے کیا
پڑھ تو لیتا تھا مری تحریر کو اچھی طرح

دیکھا جب گردش کو تیری چشم کے فتنہ گر
ہمنے جانا گردش اتقدیر کو اچھی طرح

اپنی کیا اچھی عمارت پر ہو نازان غافلو
دیکھ لو اگلون کی یہان تعمیر کو اچھی طرح

کاتب قدرت نے گرد اس مصحف رخ کے لکھا
کیا ہے خط خوب سے تفسیر کو اچھی طرح

دل سے گھر اچھا نہین ہے کوئی اے نادک فگن
بیٹھنے دے اسمین اپنے تیر کو اچھی طرح

ہو رہینگے خار بھی مانوس پر اتجو ہان
پانون پڑنے دے مری زنجیر کو اچھی طرح

جو تجھے منظور ہے کرنا وہی پر ایکبار
سلطنے ظالم مری تقریر کو اچھی طرح

مجنوں کے جو قدم لقدم اک طرح پہ ہو | رکھے کبھی نہ اپنا قدم دوسری طرح

قطعہ

یکبار اک طرح پہ اُنھیں لکھے کوئی حال | گر خط کرے دوبارہ رقم دوسری طرح
ہاتھ اُسکا قطع ایک تو ہو ایک طرح پر | اور دوسرا جو ہاتھ قلم دوسری طرح

جب اک طرح پہ چڑھتے نہیں دم پہ دو ظفر
دو بار اُنکو دیتے ہیں دم دوسری طرح

کیوں لینگے اب وہ مجھ سے گنہگار کی صلاح | اِس پانچ دن سے اور ہے بیچارگی صلاح

مطلع ثانی

اُسکے خلاف کب ہو دل زار کی صلاح | دلکی وہی صلاح ہو دلدار کی صلاح
کافی ہے اک نگاہ تری میرے قتل کو | مینے کا ہین نہین تجھے تلوار کی صلاح
رکھینگے ہم خیال خطِ سبز کا ترے | ہم زخم دل پہ مرہم زنگار کی صلاح
امکان کیا کہ آئے وہ میری طرف کبھی | جبتک کہ دے نہ اپنے طرفدار کی صلاح
برگشتگی بخت کا دیکھو مرے اثر | مہمان آتے آتے پھر گئی طرفدار کی صلاح
مرجائیے نہ جیئے منت کش مسیح | ایسی ہی ہے اِس دل بیمار کی صلاح
ناصح ترے کہے پہ عمل مجھ سے کیون کہو | دیوانہ کیا ہو جو مان لے ہشیار کی صلاح

ردیف الف مکرر بجم

پیچھی

پھبی طرہ کی جو بخت دل خراب مین سیخ
دکھائی دی رو پروئی ہو کی کباب مین سیخ

ہمیشہ ہاں نہ آسمان کے ہاتھون سے
خط شعاع کی ہے فرص آفتاب مین سیخ

نشہ بغیر گرگ بہ مزہ ہے اے ساقی
کباب کیا ہو سے خالی دہری ہے ناب مین سیخ

بری نظر سے جو دیکھے تجھے وہ آہو وش
تو کر دے آہ مری چشم ماہتاب مین سیخ

یہ دیکھو شعبدہ برق کر کے آگ مین لال
لپیٹ دیتی ہے کیا چادر سحاب مین سیخ

کباب اسطے اس خوش مزاغ کے نہ رہگا
نہ دو ہو کے پہلے کبابی اگر کلاب مین سیخ

ہندھا خیال کیا یون کا رات کو جو ظفر
تو کہکشان بھی تھی نشہ شراب مین سیخ

ہے اسکی چشم کی گردش سے آسمان گردش مین
اور آسمانی گردش ہے ہر جہان گردش مین

قریب اس خانہ روشن کے کیونکر رہ سکے ظلمت
فروغ دے نہ سہ و زہرہ کے قران گردش مین

بتون کے ہاتھ سے لوٹے ہے زمانہ مین
ہمارے دین کو ایمان کو دلکو جانکو چرخ

کرے ہے جلوہ شام و شفق پہ ناز اتنا
جو دیکھ لے ترے رنگ حنائی پان کو چرخ

ہزار قصر و محل ہون تو مٹا دے آخر
مثال نقش کف پا ترے نشان کو چرخ

مجھ نہین ترے آرو کے سامنے دم مارے
اڑا دے سو نوکی اگر کمان کو چرخ

نہین یہ کہکشان گرمے فغان سے مرے
نکال دیتا ہے منھ سے ظفر زبان کو چرخ

تشبیہ دین روے عرقناک کو ترے
نزدیک میرے ہے گل سیراب سے بعید

میرے وخور گریہ سے ہالہ کو ماہ کے
نسبت نہین ہے حلقۂ گرداب سے بعید

میرے گلے سے انکو لگا دین جو عید کو
ہے کیا ظفر عنایت احباب سے بعید

پھانس الفت کی نہ ایدل کہ نشتر سے کڑید
دھب ہے تو سوزن مژگان دلبر سے کڑید

دیکھ تو کتنے نکلتے ہین ترے پیکان تیر
میرے سینہ کو دہ اتو نوک خنجر سے کڑید

جب ابھرنے لگی ہے پاے مجنون کی فراش
دے ہے نوک خار صحرا پھر نئے سر سے کڑید

لگے ہین خاک مین کتنے ہی تیرے ہاتھ سے
پر نہین ہوتا کوئی ظالم ترے ڈر سے کڑید

ہاتھ آتا ہے نصیبون سے دفینہ اے دریغ
خاک تو بخاید دست خواہش زر سے کڑید

ناخن حسرت نے چھیلا سینہ باہر سے مرا
داغ کا داغ فنے ڈالا دل کو اندر سے کڑید

خاک مین میری دبی ہے آتش دل اے ظفر
اگر نہو باور تو کھدوا اس جگر سے کڑید

ہے ہے لین محبت کے شور و شر کا فساد
لے گا دیکھیے یارب یہ کیونکر کا فساد

جلایا آہ کے شعلے نے خیمۂ افلاک
بر ہا ہے دیکھو تو کیا نوش جگر کا فساد

لڑائی مجنون اور لیلیٰ ہے مفسدون کے سبب
نہیں ہے ادھر کا فساد اور نہ ہے اُدھر کا فساد

فریب جانیے شیطان ہے وہ فساد انگیز
ہمیشہ کام ہے دنیا مین جس بشر کا فساد

لکھوں اس سعیمیں کیا میں عجز وصف عارض روشن
تو ہمسر نور میں ہوجاہ پرتنویر کا کاغذ
لکھا میں چاہتا ہوں شکوہ بسکو مہر کا
ترے نامہ کو قاصد چاہیے کشمیر کا کاغذ

فطرت مضمون چاک سینہ نے تاثیر کی اخیر
کیا ہے چاک اسنے عاشق دلگیر کا کاغذ

لکھنے بیٹھا جو نشے میں وہ شرابی کا غذ
تو کیا بادہ گلگوں سے گلابی کا غذ
کیا عجب چاک کرے رشک سے جن خط کے
سو کتابوں کے ترے وے کتابی کا غذ
اپنے دل سوز کا انگارہ نپہ رکھ کے انوس
یوں وہ میکش نہ رکھا ن کبابی کا غذ
نامہ بر تو ہے کاغذ کو چھپا کر بھیجا
مجکو ڈر ہے کہ نہ لائے یہ خرابی کا غذ
عشق نے جب سے مجھے بیٹھے بٹھائے مارا
کوئی میسر نہیں ہے مہر خطابی کا غذ
بن پڑھے اسنے مگر گریہ کا مضمون سمجھا
نامہ بر ہو مگر نامہ کا جوابی کا غذ

کیا عجب گر اثر شوق سے میرے اوڑ کر
اے ظفر ہو پہنچے کبوتر کا شتابی کا غذ

جبکہ وہ پردہ نشین سے لگے آنے کاغذ
انکو نا چار پڑے سب سے چھپانے کاغذ
جوش گریہ کا برا ہو کہ ترے نامہ کو
دیا آنکھوں سے بھی ہمکو نہ لگانے کاغذ
مثل خط یار سکے غنچہ کما مزار کے پاس
آئے تیرونکے بنائے وہ نشانے کاغذ
یہ نوشتہ کی ہے خوبی کہ وہاں پہونچایا
نہ کبوتر نے ہمارا نہ صبا نے کاغذ

اٹھا کر آج میری جنس دل وہ بیچ چلا تھا وہ
ظفر کہنے سے اپنے دوستو کوئی نہ دے دی پر

تمہاری گالیاں کھاتا ہوں میں بوسے کے لالچ پر
نہ ہو گا یہ یقین ہونا نہ ہونا تم کو ہے سچ پر

مری اک بات بھی تم چور کہتے ہو خدا جانے
لگے ہے آپکا دل کس طرح اوروں کی کچ کچ پر

کچھ اپنے کھو دیے ہیں عشق نے تیرے ستم و حسرت
نہیں ہوتی ہے نیت میرے دل کی اس کھچا کھچ پر

سفارش لاکھ پر سچ کر کرے کوئی نہیں سنتا
وہ ظالم جبکہ آجاتا ہے اپنی بانکی پچ پر

کہاں بچے مرے دل کو کہ پیچ مارے گیسو سے
بچا ہرگز نہ شاہ کامار اتنی پیچ پیچ پر

چمن کو یاد کر کر ہم قفس میں اسقدر پھڑکے
کہ بازو ٹوٹ کر دونوں ہوئے لوہو میں غچ غچ پر

ظفر دل کا محل مضبوط ہوتا ہے تو ہمت سے
نہ موقوف اسکا استحکام چونہ پر ہے نہ گچ پر

کیا عجب ہے کہ ہمارا دل غمناک ہیں تیر
تو وہ ہو اگے لگا ہے وہ مژہ خاکیں تیر

سرکشی ہے نہ ترا تیری یہی اے گردون
کہکشاں دستی ہے ہر شب ترے ناکیں تیر

اکو اجرام نہ کہواتے ہیں سو فار نظر
بیٹھے آہو کے مرے سینہ افلاک ہیں تیر

کس کمانداز نے کی دشت میں دوراندازی
کہ سوں ہر سمت پڑے ہیں خس و خاشاک ہیں تیر

جو کہ دنیا میں ہیں کوڈیہ کاوش ہے مضمون
دیکھنا جذب محبت کہ نہ نکلا ہر گز

ہے ہلاک رنگنا گویا تن ناپاک میں تیر
ہو گیا لوٹ کے اسکا دل صد چاک میں تیر

بنا یاد دشمن اُنھین اپنا چھیڑ کرین نے | کہ اُنکو مجھ سے پڑا ایک کد گدی مین بیر
الٰہی اُڑے مین کیون مدرسہ مین طالبعلم | پڑھا اونھون نے ہی کیا درس مبتدی مین بیر
نہ آیا وادی مجنون مین ناقہ لیلےٰ | غضب ہے تیرے بھی اے ساربان محمل مین بیر

ظفر وہ ہوگا ہونا ضرور ہے جس کا
کوئی ہزار کرے امر لابدی مین بیر

ڈھونڈے کوئی کیا یار کا در چھوڑ کے اور | اس گھر کے سوا تو نظر آتا نہین گھر اور

مطلع ثانی

ہم دیکھتے ہین اُنکی نظر اوج ہر اور | معلوم ہوا اونکو ہے کچھ تد نظر اور

مطلع ثالث

جبوقت ہوے اشک فشان دیدۂ تر اور | دل نیا جلا اور بڑھا سوز جگر اور
اس منزل ہستی سے کوئی آگے عدم سے | کیا چین سے بیٹھے کہ ہے درپیش سفر اور
گل پھولے سمائے نہین جامہ مین صبا کو | کچھ اوڑتی ہوئی آئی ہے کا نوین خبر اور
رسوا سجہان کیا ہوے گریہ سے ہم ایدل | ہمکو تو ڈبو دیگا ابھی دیدۂ تر اور
جسدن سے تصور ہے رخ و زلف کا تیرے | اوسدن سے مرا حال ہے ہنگام اور سحر اور
ہر چند کہ تیرون سے ہے سینہ مرا غربال | پر بھی کہے جاتا ہون دل اور جگر اور

بڑھے جو عشق کے شعلے دلکے داغ کا نور
نہ پہونچے شمع کا نور اسکو نی چراغ کا نور

پڑے شراب مین گر عکس روے ساقی کا
فزون ہو نور سے خورشید کے ایاغ کا نور

مگر کو اسکی شب تار زلف مین ڈھونڈھے
کہان ہے عقل مین یہ طاقت سراغ کا نور

وہ ماہ باغ مین جو وقت چاندنی ٹہلے
تو دیکھے پھر کوئی اسوقت صحن باغ کا نور

کرے جو خال رخ یار سے وہ بیچشمی
تو پھر یقین ہے کہ اوڑھا ہے چشم زاغ کا نور

بغیر تیرے ہے عاشق کے حق مین نار سقر
چراغ محفل یاران خوش دماغ کا نور

فروغ بخش ظفر قانعون کے چہرہ پر
ہمیشہ انکے ہے دلہاے بافراغ کا نور

کھلتا نہین ہے حال کسی پر کہے بغیر
پیر مغ کی جان لیتے ہین دلبر کہے بغیر

مین کیون کہون تم آکر دلکی خلش کو دور
آئینگے دوڑے آپ مرے گھر کہے بغیر

کیا تاب کیا مجال ہماری کہ پوسہ لین
لب کو تمھارے لب سے ملا کر کہے بغیر

بیدرد تو سنے نہ سنے لیک درد دل
رہتا نہین ہے عاشق مضطر کہے بغیر

ہم ہین وہ خاکسار کہ مانند نقش پا
در پر جا دیا ترے بستر کہے بغیر

جو مین کہون وہ سب کہی جاتی ہے غیر سے
آئے قرار اسکو نہ دم بھر کہے بغیر

صورت ہی میری دیکھکے سب کچھ دلکا حال
معلوم کر گیا وہ ستمگر کہے بغیر

کیا خاکساری اپنی کہون اُنسے جاکے مین
وہ ہنستے ہین مجھ سے مکدر کہے بغیر

مطلع ثانی

خنجر ہو ترا حلق پہ سینہ مین تیر اتیر — یون چاہیے کھینچی تری تحریر کی تصویر
حیران ہے خود صورت تصویر معتور — کھینچے اگر اس عالم تصویر کی تصویر

دیوان ظفر مین قلم شوق کے اپنے
کھینچے ہے ترے دیکھ مرے پیر کی تصویر

عشق مین کیونکر جبین ہم اپنا سینہ کوٹکر — جبین ہے کھا جائین ہیرے کا نگینہ کوٹکر
واہ وا کیا صانع قدرت نے آنکھون مین تری — بھر دیے موتی سے اے ماہ شبینہ کوٹکر
تیغ ہمسر تیرے ابرو کے نہ کوئی بن سکے — تیغ گر رہ جائین لوہا بے قرینہ کوٹکر
ہاتھ لوٹین محتسب تیرے کہ تو نے سنگدل — ریزہ ریزہ کر دیا پتھر سے مینا کو ٹکر
گر کبھی ہو وصل کی شب تو ہم اسکے عوض — دن گنا ارین چھاتی اپنی اک حسینا کو ٹکر
پارہ پارہ کر دیا سنگ ستم سے ہے ستم — اے پری رو تو نے دل کا آبگینہ کو ٹکر

ظلم بد جوہر سے کیا نقصان شریفون کو ملے
کب گھٹائے قدر زر لوہا کمینہ کوٹ کر

وہ ہی فروغ بخت سے لکے داغ کا نور — نہ پہونچے شمع کا نور اسکو نی چراغ کا نور
پڑے شراب مین گر عکس روے ساقی کا — تو آفتاب سے بہتر ہو اياغ کا نور
نظر لگائے اگر اسکے خال عارض کا — تو یہ دعا ہے کہ اور دے جای چشم زاغ کا نور
خجل چمن مین ہو کیا روشنی صبح بہار — جو دیکھے چہرہ خوبان رشک باغ کا نور

ردیف الرائے ہندی

مین نہین کہتا کہ دل تونے لیا جان تو چھوڑ
پر خدا کیلیے کافر مرا ایمان تو چھوڑ

مطلع ثانی

بیرہان چھوڑ نہ پر زلف پریشان تو چھوڑ
دولت حسن پہ تو کوئی نگہبان تو چھوڑ

استقدر سست درازی نکر اے ستجنون
چھوڑ تابت نہ اگر جیب و داماں تو چھوڑ

کرتے دنیا کو ہو ساماں عبث تم اتنا
غافلو جاؤگے یان کا یہین سامان تو چھوڑ

جنبش ابرو پر خم سے دل بسمل پر
ہاتھ اک کینچ کے شمشیر صفاہان تو چھوڑ

ہووے اس حور لقا پر جو پری دیوانی
اور اگر کچھ نہ کرے دے دپستان کو چھوڑ

یہ تن تابت تو بچھوڑا کوئی دلمین تونے
پر جگر مین کوئی ٹوٹا ہوا پیکان تو چھوڑ

دل کبوتر ہے مرا جال مین زلفونکے رہے
تو بچھوڑ اسکو اگر سمجھے ہے گران تو چھوڑ

شیوۂ آہ و فغان مجھ سے یہ چھوٹے کیونکر
روش آن دادا اپنی تو اک آن پر چھوڑ

جب کہا مین نے کہ چھوڑ دنگا مین آج تمھین
لگے کہنے کہ ذرا پردہ دالان تو چھوڑ

لے گئے ساتھ ظفر سب وہ مرا صبر و قرار
لیکن البتہ گئے حسرت و ارمان تو چھوڑ

ردیف الرائے مہملہ

یون ہوا دلمین مرے یار کا پیکان غرنر
جسطرح آیا ہو گھر مین کوئی مہمان غرنر

معلوم نہین نامہ مین ہے کیا رقم تیز
جو نامہ بر آتا ہے اوٹھائے قدم تیز

سست آئے کہ تیر آئے مری آنکھ سے آنسو
نی مجکو غم سست ہے اے دل نہ غم تیز

سب حال کہ دے ہو مرا بن کہے سب سمجھے
کہتی ہی خواص اور یہ ہر لحظہ دم تیز

اس عاشق شیدا پہ ستمگر نہ روا رکھ
یہ سستی الطاف اور اتنا ستم تیز

جو دیکھے تجھے یکے واللہ نہ دیکھا
جانانہ گرم ایسا نہ ایسا صنم تیز

سرکش ہو عدو گر سر میدان کتابت
ہو خنجر تیز اے ظفر اپنا قلم تیز

کر تو خوشی سے حرف حکایات چند روز
اے یار پھر کہان کہ یہ ہی بات چند روز

دینا مثال فاختہ جاتی ہے جسکے پاس
رہتی ہی اسکے پاس یہ بدذات چند روز

تو جانے گرم و سرد زمانہ کو اس لیئے
گرمی کبھی ہے اور کبھی برسات چند روز

بیٹھا ہے اسکان مین کیا زاہد فنی طرح
تو اوٹھ کے کر لے سیر خرابات چند روز

ہو جلد ہوشیار کہ جاتے ہین ہاتھ سے
غافل نشاط و عیش کے یہ بات چند روز

کچھ لطف زندگی کا اگر ہی اسی مین ہے
ہے یہ جو دوستونکی ملاقات چند روز

فرصت بہت ہی کم ہے غنیمت سمجھ ظفر
ہنس بول کر بسر ہو تو اوقات چند روز

کرے ہے کسلیئے تو ار تو تیز
تر کیا کم ہے تیری جنگجو تیز

بیخبر سے اسقدر گستاخی من بات کرنی پیارے — اور سے بولنا یون آپ خود کام تیز
جوش وحشت مین ترے مجنون کو پیراہن — خار زیر پا ہین صحرا مین سر ہر گام تیز
کرکی رخسار تیری ہے قیامت زیر زلف — اسقدر ہوتا نہین خورشید وقت شام تیز

بوسہ مانگو تو طبیعت اسکی ہو جاتی ہے کند
اے ظفر ہو جاے ہے دنیا کو وہ دشنام تیز

یون ہے ذقن پہ زلف شکن در شکن دراز — چاہ عمیق کے ہے جیسے رسن دراز
عاشق کو تیرے ہوگا نہ آرام جیتے جی — جا کر کریگا پانون وہ زیر کفن دراز
ناطق زبان شمع نہ گلگیر کاٹتا — کرتے نہ وہ زبان جو سر انجمن دراز
بارے کیا وہ تیشۂ آخر نے مختصر — تھا جو کہ قصۂ عشق کا اے کوہکن دراز
تارے ہے بے زبان دہن زخم ران عشق — یہ تو زبان دراز نہین ہے دہن دراز
تشبیہ اسکو دون قد موزون سے کیا تو — اے رشک گل ہے قامت سرو چمن دراز

جانے نہ دے تو نہ پھیر ظفر ذکر زلف یار
ہو جائیگا زیادہ وگرنہ سخن دراز

ردیف السین جملہ

بارش کے تار ہین مژگان تر کا عکس — خورشید چرخ ہے مرے داغ جگر کا عکس
تا لاب پر وہ ماہ وجود یکھے ہے چاندنی — پانی مین رقص کرتا ہے کیا قمر کا عکس

دشت میں تھی یہ خوشبو نہ آگے غزہ میں
کیسے ہیں طرہ مشکین سے اس جیسے کے بس

ڈھونڈا بھی پائی نہ گرمی گلو نکے دامن صبا
یہی تھی نالہ پر سوز عندلیب کے بس

کہے ہے عشق ظفر عقل کا نہ مان کہا
تمام ہو چکے آداب اس ادیب کے بس

جمع کر سکتے نہیں صاحب تدبیر حواس
منتشر کرتی ہے جب گردش تقدیر حواس

کھو اس عدو شتے سے نہ غرا اتنا
تیرے کھو بگاڑ انا لہ شبگیر حواس

لائے زنداں میں جب اس رشک کے سودائی کو
اور بھی اسکے گئے دیکھ کے زنجیر حواس

سمجھے بجا دبجا خاک کہ پیری کی سبب
رہے تیرے نہ بجا اے فلک پیر حواس

دلکی دل ہی میں رہی منھ سے نہ کچھ دلکی کہی
گم ہوے سانے اسکے دم تقریر حواس

تیغ ابرو سے ہیں سینہ سپر ہیں ورنہ
اچھے اچھوں کے اوڑا دیتی ہے شمشیر حواس

نہیں معلوم ظفر یاد ہے اسکو کیا پیچ
کہ بھولا دیتی ہے وہ زلف گرہ گیر حواس

بعد آزادی بھی ہے پنجہ تاثیر قفس
ہوش اڑ جاتے ہیں گر دیکھیں جو تصویر قفس

ہم ہیں ہیں کر رہے ہیں آشیاں اپنا درست
کرتا ہے صیاد فکر دام و تدبیر قفس

سیکڑوں ہیں تیرے ہاتھوں نے اے صیاد دشت
یوں گرفتاری میں ہیں جیسے عصافیر قفس

یاد شاخ گل دلا کر دلکو کرتی ہے فگار
ہے بجا چوبہ قفس کو گر کہوں تیر قفس

کیا ابر تو بہار سے ساقی نسیم خوش
رکھی ہے دیکھ دوش پر اپنے گلیم خوش

خوش آئی بوئے مشک کسی جب دماغ سے
اُس زلف عنبرین کے بھری ہو شمیم خوش

ان تیرے سرخوشوں کے لیے کوئی میفروش
آیا ہو آخوش سے ہو ساقی نعیم خوش

تیرے لوازمِ عشق کو مرنے کی ہے خوشی
دیکھا سو اسکے نہ کوئی سقیم خوش

اگر ہو پیدا ی مہ پردہ نشین تجھے
ہے چشم منتظر مری خوش دل حریم خوش

بیت الحزن مین یار ترے غمزدہ کے پاس
ہے داغ ہمنشین خوش سوگم ندیم خوش

جو ہے یہان سا فرنا خوش ہے ای ظفر
پا یا نہ اس سرا مین کوئی بھی مقیم خوش

تکو بے بوسہ دل نیا دون چہ خوش
تم ہو خوش مین وہ ناخوش ہون چہ خوش

مین خوشامد بھی اگر اُسکی کرون
ہو کے وہ ناخوش کہے ہے لون چہ خوش

ہے وہ جانا دشمن جانی مرا
دوست اپنا اُسکو مین جانون چہ خوش

تو پیے خوش خوش وہان غیر و نہین مے
کھاؤ نہین یان رشک سے افیون چہ خوش

اُٹھ گیا جو پاس کر کے غیر کا
اُسکو پھر مین پاس بٹھلاؤن چہ خوش

وادی وحشت مین میری طرح سے
خاک اوڑا کے تو بھی ای مجنون چہ خوش

وہ خطا وار و نہین ٹھہرا مین سے مجھے
اُنکو مین خط لکھ کے بھجواؤن چہ خوش

ہون وہ مثل زلف برہم اور مین
انکی زلفونکی بلائین لون چہ خوش

ای ظفر دامن سے اس سفاک کے
کوئی دھو ڈالے ہمارا خون چہ خوش

جلا تا شمع کے گرد پروانہ پھر کر ۔۔۔ ہوئی رہنما سوز الفت مین گردش
یگانے کے مانند مجکو ہمیشہ ۔۔۔ لیے پھرتی ہی دشت و دشت مین گردش
پھرا ہر زمانہ ہو کر حیران مین ۔۔۔ رہے اہل دولت کو دولت مین گردش

ظفر ہم جو رہتے ہین آوارگی مین
نصیبون کی ہے یہ حقیقت مین گردش

ردیف الصاد و مہملہ

سیہ غمخوار رہتی ہے دل غمناک خاص ۔۔۔ کیون نہ غم کھائے کہ ہی اسکی یہی خوراک خاص
ادہی یون تو ہزارون ہین شکار اے شہسوار ۔۔۔ پر یہ میرا صید دل ہی قابل فتراک خاص
وہ سمندناز کو کرتا ہی کیا کیا گرم جست ۔۔۔ ہی اسکے واسطے یہ تو سن چالاک خاص
قاصدان اشک جو ہتے روان ہین رات دن ۔۔۔ واسطے دلکے خبر لانیکی ہی یہ ڈاک خاص
ابر نیسان ہے برستے کب ہین لعل لختدل ۔۔۔ یہ تو ہین برسانے والے دیدہ نمناک خاص
خاکسار دہن ہم اپنے خاص کہتے ہو ہمین ۔۔۔ اور ملتے ہین سو ہم خاک مین ہین خاک خاص

یون تو قتل عام کرتے ہین وہ سب ناز و ادا
پر ظفر اس کام کا ہے غمزہ سفاک خاص

سمجھا ہے جسے یار دہن تو خاص ۔۔۔ تری ہوتی ہے اس سے گفتگو خاص
حسین تو اور بھی ہین خاصے خاصے ۔۔۔ مگر سب مین ہی تو اے ماہرو خاص

رکھتے ہین دلات روا اپنی جو دنیا مین رئیس
یہ قصور انکا نہین ہے ای ظفر تقصیر حرص

سب آفتین بڑی ہین پر الفت علی الخصوص
سب غم ہین سخت پر غم الفت علی الخصوص

ہر ناز غمزہ اسکا قیامت سے کم نہین
اور پھر وہ جلوہ قد و قامت علی الخصوص

کرتی ہے چشم یار جب ایجاد قتل عام
ہوتی ہری طرف ہے اشارت علی الخصوص

ہے صاف جوش عشق مین نقصان آبرو
اور پھر ہے آنسو مین گریہ کی شرکت علی الخصوص

ہم دشمنو کو جین سے دشت بھا چکی
اور اس نگاہ و چشم کی وحشت علی الخصوص

سب انکے ناپسند مضامین دوستی
اور اسمین دشمنو کی شکایت علی الخصوص

جتنے کہ شیوہ خوب تھے دنیا سے اٹھ گئے
اور ای ظفر طریق مروت علی الخصوص

ردیف الضاد معجمہ

رکھتا نہین ہے ہمسے جو وہ بیوفا غرض
تو ہم بھی بیغرض ہین ہین اس سے کیا غرض

ہم انکے ملتجی ہون نہ کیون وصل کیلئے
دنیا مین کب بخلق ہے بے التجا غرض

مطلب علم سے ہے نہ ترے تم سے کام
ہمکو فقط سے اپنی ہے ای بیوفا غرض

کام اپنا ہو گیا نگہ یار سے تمام
اب تجھ سے کیا رہی ہے ہمین اقتضا غرض

ناحق بناؤن اپنے لیے اور مدعی
کیون جاؤن مین وہان مجھے کچھ مدعا غرض

میری باتو نمین اگر ہوے نہ بوالفضولی کی — تو پھر اس شوخ کو کیا ناک چڑھانے سے غرض
کچھ ہوا ایسا کہ قرار آئے دل مضطر کو — نہ غرض خط سے نہ قاصد کے ہی آنے سے غرض
دل ہو سینہ مین نشانہ کہ جگر تجکو کیا — اے کماندار تجھے تیر لگانے سے غرض

دے کے دل اپنا اُسے ایسے ہوئے بے پروا
ہم نہین رکھتے ظفر ایک زمانہ سے غرض

ردیف الطاے مہملہ

کس کس کے نام آئے ہین اس عشوہ گر کے خط — ہین آج دونون ہاتھون مین جو نامہ بر کے خط

مطلع ثانی

دلوا دے یاد کوئی انھین یاد کر کے خط — تکیہ تلے وہ بھول گئے میرا ور کے خط
تاباں ہین نور عشق سے مثل خطوط مہر — ہین گرد جو نہون سے داغ جگر کے خط
کرتا ہے کہکشان کو شب تار مین خجل — اُس سرو حسین کے مانگ کا بالو نمین سر کے خط
سو کرتے دکھے ہو گئے ہر جسم پر کہین — ظاہر پڑا نہ وار سے تیغ نظر کے خط
حال نہاں لکھ کے آئے جو رونا کبھی مجھے — یہ جائے جوش گریہ سے اُس چشم تر کے خط
تاثیر کچھ تو کی ہے مرے رود آہ نے — آیا عمل جو رنج پہ ہے اس سمیر کے خط
ہے یہ خطر کہ اکھڑے نہ قاصد کے دل اُڑا — پھینکا بلا سے مینہ سے اُسنے کتر کے خط
ہون لاکھ خوشنویس اگر خط نسخ مین — پر ہو کسیکا خوب خط ظفر کے خط

اونکی ظاہر آشنائی ہے فقط
درنہ پنہان بیوفائی ہے فقط

کیون لڑائی آنکھ اُس نے غیر سے
میرے اُسکے یہ لڑائی ہے فقط

دلکو سودا ہے جو عشق ہے زلف پر
اُسمین کیا ہے کج ادائی ہے فقط

ہمکو کافی منزل مقصود تک
عشق ہی کی رہنمائی ہے فقط

جان تک دیگا جلا یہ سوز عشق
آگ ابھی دلمین لگائی ہے فقط

گر سخن مین عشق کے گرمی نہین
اے ظفر ہرزہ درائی ہے فقط

کیا لکھون قاصد سے شکونکی طغیانی مین خط
حرف مٹجانینگے سارے بھیگ کر پانی مین خط

ہو لکھا تقدیر کا معلوم کس عنوان ہمین
وہ پڑھا جاتا نہین ہے جو کہ پیشانی مین خط

قتل کرنیکو ہمارے کم نہین تیغ سے
ہمدمون سرمہ کا پشم و لب جانی مین خط

کیا قیامت ہے تو سے کام مجنون کو کہ ہین
ناخن دست جنون سے تن پہ عریانی مین خط

ہم ترے روٹھے کتابی کو ہین مصحف جانتے
ملتا ہے عارض کا تیرے خط قرآنی مین خط

بندہ گیا ہو جب سے اُس زلف پریشان کا خیال
ہم شکستہ لکھتے ہین اکثر پریشانی مین خط

صفحہ عالم پہ ہین جتنے سخنوران اے ظفر
لکھتے ہین تیری غلامی کا سخندانی مین خط

ردیف انطاے معجمہ

جام مے تک نہیں پہونچی ابھی نوبت کہ ہلی
بیخ مینوار کی ساقی کی ملاقات میں رنع

کیوں لگاتا نہیں تو کھینچ کے قاتل شمشیر
قصہ یک مرتبہ کا ہو ابھی اک بات میں رنع

واعظ فایدہ کیا مدرسہ میں بک بک سے
تجھ جو دلکا ہی ہو گا وہ خرابات میں رنع

وہ رہین آکے اگر شب کو ہمارے گھر میں
اگلے پچھلے گلے سب اونسے بیان اک رات میں رنع

مردات مخر جہان تا ہوں ظفر کہے دیں
سب ملال آپکے الطاف و عنایات میں رنع

نہ ابرو کی طمع ہے نہ گھر نہ وسی کی طمع
جو بد معاش ہیں انکو ہے مال زر کی طمع

مطلع ثانی

نہیں ہے ہمکو سوا وصل سیمبر کی طمع
فقط ہے مین عنایت ہے اک نظر کی طمع

روان ہو پرچہ اگر ہیکے ذرکا قاصد شک
نہ کچھ ہو نامہ کی حاجت نہ سیمبر کی طمع

طمع کا چھوڑنا آسان نہیں کہ زیر زمین
لبشر کے ساتھ ہی جائے ہے یہ لبشر کی طمع

تصور لب و دندان یار کی دولت
نہ ہمکو لعل کی خواہش نہ ہے گہر کی طمع

مگس کیطرح سے پیسے گا منھ کو اے طماع
نکر حلاوت دنیا سے تو شکر کی طمع

اوٹھا اچکا ترا عاشق ہے دو جہان سے
نہ اب ادہر کا ہی لالچ نہ ہے ادہر کی طمع

وہ تیرے کوہ مین کمر کا پوچھے حال
جو ہو نگاہ عدم سے کمر کی طمع

شکست دیکے کسیطرح نفس سرکش کو
نہیں ہے اسکے سوا اور کچھ ظفر کی طمع

ہمکو نہین رہی ہوس گل ہوائے باغ
گل شمع خون ہین تختہ دامن بجای باغ

دل اسقدر ہی بند غم ہجر مین کہ ہے
زندان سے تنگ تر مرے حق مین فضای باغ

وہ پھول بھی مزار پہ اونکے نہین فلک
لیکر زمین خھون سے ہزارون نبای باغ

تا باغ ہم نہ پہونچے قفس ہی مین مر گئے
کہکر گیا ہائے ہائے چمن ہای ہای باغ

منظور سیر باغ اگر ہو تو اب مجھے
داغون سے اپنے سینہ کے عاشق دکھای باغ

بھر جام ساقیا کہین جلدی کہ یہ کہان
یہ گل یہ سبزہ اور یہ ٹھنڈی ہوا یہ باغ

وہ رشک باغ پاس نہین اپنے اے ظفر
کیا گل خوش آئے اور ہمین کیا خوش آئے باغ

تونے جسے کہدیا ای بت پرفن دروغ
بات اگرچہ سچ بھی تھی وہ تو گئی بن دروغ

دلکو یہ بس لیتی ہی جانتا ہون خوب اسے
من نہین لتا تری زلف کو ناگن دروغ

دوست ہو سچے وہ ہین ایک بنا دکر ہین
باتین بنائین ہزار آنکے دشمن دروغ

ہو گے محبت مین تم سچے نہ سچے کبھی
دیتی ہے ہمکو جتا آپکی چتون دروغ

گل کو ہے نسبت کہان اس تر رخسار سے
بولتے شاعر ہین ای غیرت گلشن دروغ

لکھے کو تقدیر کے جانتے ہین ہتو سچ
یہ تھی ہین جو ہی ترے ہی وہ برہمن دروغ

درد دل اپنا نہ کہ تو ناصح بیدرد سے
جانتا ہے اے ظفر اسکو یہ ہے کودن دروغ

همسر تیری ابرو پر خم سے بن سکے — گرچہ بنائے تیغ گر اصفہان تیغ
یہ ماہ و نو نہین ترے دو نعلین مہ جبین — چمکا رہا ہے سر پہ ترے آسمان تیغ
میری نگاہ ہی وہ غضب دیکھکر جسے — خنجر تو الحفیظ کہے الامان تیغ

لکھو بحر و قافیہ کو بدل کر ظفر غزل
تیری جین تیرے ہے قلم و دو زبان تیغ

او گل کے کرتی ہو دو ٹکڑے نکلے صاف ہی تیغ — تیری نگاہ کوئی قہر خوش غلاف ہی تیغ
سوال بوسۂ ابرو کیا ہے کب مین نے — جو مجھپہ کھینچا وہ ہو کے برخلاف ہی تیغ
ہمیشہ سینہ بسینہ مین ہم بھی سینہ سپر — اگرچہ سیلی دو سینہ سے تا بناف ہی تیغ
الٰہی سر رہے دنیا دار سے کس پر — یہ اسکی چشم نے کھینچی ہے صاف ہی تیغ
وہ چین دیکھکے ابرو پہ لا نہین سکتے — زبانیہ جوہر خوبی کی اپنے لاف ہی تیغ
ہر ایک غنچہ گل کے لیے گلستان مین — یہ تیری سیع تبسم ہے گل شگاف ہی تیغ

ظفر ہو قدر سپاہی کی اس زمانہ مین کیا
ہر ایک باندھتا مذاق و نور باف ہے تیغ

آج زینب تو نہ گر تو دادرنیا و ادرینغ — پیلتی سر شنگے سر ہے و ادرنیا و ادرینغ
گھر جلا خیمہ جلا بیٹے کہان جاے گا سر — اب نہ گھر ہی اور نہ در ہے و ادرنیا و ادرینغ
نور چشم ساقی کوثر ہے پیاسا دشت مین — خشک لب ہے چشم تر ہی و ادرنیا و ادرینغ

مہ ہو مہتاب تیرے رخ سے غلط
ہمسر ابرو سے ہو ہلال دروغ

اے ستمگر خرام ناز سے تو
نکرے دل کو پائمال دروغ

شیوۂ راستی ہے خوب ظفر
بات منھ سے نہ تو نکال دروغ

چاہیئے ذبح مجکو ذی سر مدفن چراغ
داغ دل روشن ہے زیر خاک بے روشن چراغ

جنبش دامن سے تیری اے نسیم صبدم
گل نہیں ہوتا ہے جن میں گل کا یہ روشن چراغ

یوں پس مژگان ہو وہ سرخی جگر پر نگار
رکھدیا جیسے جلا کر ہو پس چلمن چراغ

شب کو کھا کر تو رخ روشن بکو فارنگری
ساتھ انپے رات کو رکھتے ہیں کب دشمن چراغ

وقت صحبت یار سے گھر میں نہ میرا جانا
روشنی اسوقت ہے غماز اور دشمن چراغ

رات کو چوری سے جانا تھا جو ذرا دو شمع رو
تاب رخ سے ہوگیا دیوار کا روزن چراغ

شمع سان جلتے ہیں سب جو سوز غم سے اے ظفر
ہے جلا اُنکے گھر میں گی کے وہ بت پیرہن چراغ

ردیف الفا

ہم ہوئے جب سے کہ اُس ماہ جبیں سے واقف
پھر جہان میں نہ ہوئے اور کسی سے واقف

عین ایمان سمجھتے ہیں ہم اُنکا دیدار
نہ تو ہیں کفر سے آگاہ نہ دین سے واقف

وہ روزن دیوار سے کیونکر ہمیں جھانکیں
سب تاک رہے ہیں پس دیوار مخالف

کیا سحر ہے آنکھوں میں ترے دیکھکے تجھکو
ہو جاتے ہیں سب تیرہ و تار مخالف

کر صلح کل آئے دل کہ سب کچھ جا ہے لڑائی
کافر نہ مخالف ہو نہ دیندار مخالف

برگشتہ زمانہ ظفر ایسا ہوا ہے
جو یار موافق تھے وہ ہیں یار مخالف

مجھے جو تیری جدائی کا دی ہے غم تکلیف
خدا کسیکو نہ دے ایسی وہ ستم تکلیف

لکھینگے ہم نہ تکلف سے اور کچھ قاصد
کرینگے خامہ میں قلم اپنی کیفیم تکلیف

مریض عشق کو آرام ایک دم میں ہو
کرے ذرا جو یہاں وہ مسیح دم تکلیف

یہ جان کنی ہے برا کام مشکل اے فرہاد
کہ اس سے کوہکنی میں کہیں ہے کم تکلیف

مسافران عدم کی خبر خدا جانے
کہ اونکو چین ہے یا جانب عدم تکلیف

مزا ہے کچھ تو مصیبت میں عشق کی ناصح
اوٹھاتے جان پہ جو استقامت ہم تکلیف

قدم سمجھکے رکھا اے دل رہ محبت میں
یہ راہ وہ ہے کہ ہے جسمیں ہر قدم تکلیف

جو دیکھیں تبکدۂ دلمیں صورت کسی بت کی
کریں شیخ جی صاحب سے ہم تکلیف

دیا ہے ایسے ستمگر کو دل ظفر تو نے
کہ جس سے جان کو پہنچے ہزار دم تکلیف

ہوئی غیروں کو عطا کی ہے جو تقدیر معاف
اسکا بھی عشق ہوا تو ہو تو تقصیر معاف

فدا کرتا ہی جان پروانہ لیکن
نہ میری جان نثاری کے موافق

اگر ہوا بر و دریا بار تو بھی
نہ ہووہ شکباری کے موافق

نگہ کرتی ہے تیری کاوطن الم
جگر پر تیر کاری کے موافق

محبت مین یہ بیہوشی بھی ایجی
ظفر ہے ہوشیاری کے موافق

گل سے ہین تیری عارض کی الارد مطابق
سنبل سے زلف تیری ہے مو بمو مطابق

تیغ قضای مبرم اور تیری تیغ غمزہ
ہی تیز تر زبان مین اوجنگجو مطابق

دل کو بھی حق گویی سے مجھی ہین تجھ سے
ہی تیری اور اوسکی کیا خوب خو مطابق

کیا جوش گریہ مجھسے لایا ہی رنگ یکسر
ہی میری چشم تر مین اشکبار سطابق

جو دل ہو میرا کتا ہوتا ہی وہ بھی ہیچ
تو بھی وہی کہے ہے جو کہ رہا ہی دشمن

ہم مشتبہ ہین تجھ سے ہوتا کہو مطابق
ہی وہ بت دلبر تیری ہی گفتگو مطابق

یوسف مین اور اسمین فرق اے ظفر فقط ہے
یہ نقل و اصل دونون یانگیا قر مطابق

آئینہ ہی اگرچہ پریرو صفا مین غرق
آگ تیری رخ کی ہے شرم و حیا مین غرق

دولت سے انکی سوز و نکوہری کیا عجب کہ ہو
تشنہ گدائی آب در بیجہا مین غرق

فی شام کی خبر ہی اُسے اور نہ صبح کی
جو ہی خیال لعل و لب دلربا مین غرق

خط لکھتے لکھتے آیا جو رونا تو ہو گیا
کاغذ تمام خون دل مبکا مین غرق

جسطرح رہتا ہے تو فکر سخن مین وہ با
یون ظفر کون ہو اس طرز رضا مین غرق

تم مو ہر بات مین کرتے ہو ملاقات مین فرق
اتنے دیکھا مری جانب سے ہے کس بات مین فرق

بھیجے کس کس سے ہین لکھو اک خط اسنے ہمکو
خط مین ہے فرق خلوص کی ہے عبارات مین فرق

تر ہے اس نگہ مست کی کیفیت سے
گوشۂ مدرسہ و کنج خرابات مین فرق

مہ کو کیا حسن سے اوس مہر لقا کی نسبت
فرق وہ تو نہین ہے یون جسکو کہ ذرات مین فرق

چمن و لمعین رہین کیون نہ گل زخم ہرے
جوش گریہ مین ہے مرے اور نہین برسات مین فرق

کرتی ہین پیشکش وہ کر دراشک آنکھون سے
ہم نہین کرتے تری غم کی مدارات مین فرق

آج ہو وقت وہ کیون آئے خلاف عادات
ای ظفر اونکی تو آتا نہین عادات مین فرق

جوان ہوتی ہے جسکی تاب مین رونق
بر رب کعبہ نہین ماہتاب مین رونق

حیات تو رہی ہر پیر مین لیک وہ نہ رہی
جو تھی حیات کی عہد شباب مین رونق

دکھائی دیتی ہے ذرہ رونق جدھر دیکھو
گئی زمانہ کی سب انقلاب مین رونق

دکھائی رونق حسن اپنی وہ تو ایک نہ رہی
رہی تو وہ نہین اے آفتاب مین رونق

فروغ شمع رہی اور پر پرتو فانوس
بجا حسن کی تری حجاب مین رونق

اگر وہ مست مئی نار رونق افزا ہو
تو ہو کچھ اور ہی بزم شراب مین رونق

بھلا اتنا تو رد تجکو اگر منظور ہے رونا
بہا کر اشک لیجا ہین تجھے ہی چشم تر دا شک

ہیہات حضرت ناصح سہین باتین بنا ذہین
کبھی تشریف لیجاتے ہین یہ اہ ظفر دا نک

وہم کی راہ نہین ہے دل آگاہ ہی ٹھیک
راہ جو صدق و یقین کی ہے وہی راہ ٹھیک

حلقہ زلف مین تیری مگر خوبرو کو ہم
دیکھتے ہین تو نظر آتا ہین ماہ ہی ٹھیک

اور تو پھرتا ترے کوچہ مین ہے ہمراہ صبا
تن کا ہے دیدہ مرا تو بو پر کاہ ہی ٹھیک

سرکشی کرتا ہو ہمسے فلک نا ہنجار
دیکھین تو کیسا بناتی اسکی آہ ہی ٹھیک

دل گدا کا ہو جو دولت سے عنایت کیے غنی
شاہ کیا بلکہ اسے کہنا شہنشاہ ہی ٹھیک

کیونکہ زیبا نہ تجھے جامۂ رعنائی ہو
اے صنم تیری ہی قامت پہ یہ اترہی ٹھیک

اے ظفر لوگ محبت کی ہوا باندھتے ہین
پر نظر آتا نہین کوئی ہوا خواہ ہے ٹھیک

میری اور محبوبکی کیا تصویر ہے دونون کی ایک
وہی طرز ایک اور وہی بیخبر ہے دونون کی ایک

برق سی نالکی میر کچھ شرارت کم نہین
آتش افروزی مین تاثیر ہے دونون کی ایک

مسجد و میخانہ سنگ و خشت سے دونون بنے
فرق کچھ اتنین نہین تعمیر ہے دونون کی ایک

قیس سے سنیے کہانی مجھسے سنیے کوہکن کی
داستان ہے ایک اور تقریر ہے دونون کی ایک

جو لکھا تم نے مجکو وہی لکھا دوستی نے
قاصد کیا یہ خط تحریر ہے دونون کی ایک

دونون ہی ناز و ادا دونون مین میری جان
قتل کرنین تر تدبیر ہے دونون کی ایک

جو ہیں یہ غم تیغ غم دل پر جگر پر بھی وہی
حال ہے اب عشق میں اے چارہ گر دونوں کا ایک

کیوں نہ مجنوں اور ہم دونوں جلیں اک ساتھ پھر
جبکہ ہو سودائے جنوں تو راہبر دونوں کا ایک

کیا ہوا صورت میں کوئی خوب ہے اور کوئی زشت
لیک صورت گر ہے اے صاحب نظر دونوں کا ایک

دل تو اداس لجھا زلف سے ہے زینت اور الجھی دل کے ساتھ
ہے پریشانی سے عالم اے ظفر دونوں کا ایک

وہ آکر پھر گئے جو میرے گھر تک
پھر آئین شام کے منظر سحر تک

مطلع ثانی

سرشک آئے تو کب مژگان تر تک
کہ جب جل ہی گیا داماں سے جگر تک

نہیں کعبہ کی جانے کی تمنا
خدا پہونچائے ہمکو اور سکے در تک

ہمیشہ ہاتھ ملتا ہوں کہ ہیہات
نہ پہونچا ہاتھ میرا اُس کمر تک

ترے تیغ ستم سے اے ستمگر
عزیزا بچا نہیں عاشق کو سر تک

پہونچتی ہے مرے آہ و فغاں سے
خبر دل کی مرے اوس بیخبر تک

ہزار افسوس سے بلبل چمن میں
رہا تیرا نہیں اب ایک پر تک

مجھے آئے نہ سمجھانے کو ناصح
مگر جائے ذرا اُس عشوہ گر تک

ظفر جس پر لگائی تاک تو نے
اُسی کو تک ادھر تک یا اودھر تک

جا کر عدم میں لکھتا نہیں کوئی انکا حال
ہو بیان کی ہم خط و کتابت ہیں تلک

پہونچا کے گور تک تجھے پھر جائینگے رفیق
اے بیخبر ہے انکی رفاقت ہیں تلک

لیکر گیا نہ یاں سے کوئی تلک اور مال
رہتی ہو یاں کی دولت و حشمت ہیں تلک

تو جا کہ یا نہیں پھر نہیں رہنے کا حکمران
ہو تیری چند روز حکومت ہیں تلک

جائیگا تیرا نام بھی کوئی نہ زیر خاک
ہو تیری واسطے تری شہرت ہیں تلک

تو اونکی دوستی پہ نکر ناز اے ظفر
ہیں یاں کے دوستدار محبت ہیں تلک

اشک نکو نہیں ہوئے ہیہات خشک
گذری ابکی بار تو برسات خشک

گر نہ پہونچے میرے گریہ کی مدد
روز دریا ہو دو دو رات خشک

ہے تری کاکل زلف پر عرق
مانگ ہی اے دل رہ ظلمات خشک

میرا دامن جون گل شبنم زدہ
کب ہوا اشکوں سے ساری رات خشک

تر زبانی کچھ نہ کام آئی دہان
ہو گیا سنتے ہی اک بات خشک

ہاتھ اوٹھاتا محتسب مستونیہ ہے
ہیں دین یارب اسکے دونوں ہات خشک

اے ظفر اردن کو بھیجا اوسنے خط
ہیگئین دو لیان فقط سو بات خشک

ہو کر ستارہ یون دیتے ہیں دم ہیں تلک
شبنم ہے تیری پر جفا تیغ ستم ہیں تلک

ہم گئے سیدھے سوے منزل عشق
راہ دیکھی نہ اسمین موڑ کی ایک

تیرے مغموم کو ہنسی کی بات
خوش نہ آئی کسی ہنسوڑ کی ایک

غم زیادہ مجھے ہے اور مجھے
گر شکایت کروں جھنجھوڑ کی ایک

وحشت زرلگ گئی ہے منہ ورنہ
ہے یہ مردار سو بندوڑ کی ایک

صورتین ہین فریب کی لاکھون
پر نہین پاتے اسکے جوڑ کی ایک

رو دون اتنا کہ ڈوب جاے جہان
اتنو یہ بات ہے نچوڑ کی ایک

دل ہزارون کے ٹوٹ جائین ظفر
بات کہدین وہ ایسی توڑ کی ایک

جب تلک دم کی آواز ہے ٹھیک
ہر سو بات جو بناؤ ہے ٹھیک

روزن دل سے دیکھتا ہون اسے
یا ن ہے اوس یار کا دکھاؤ ہے ٹھیک

دست و پا بندھے ہی خدا دے سکے
ہاتھ یا بی کا آج داؤ ہے ٹھیک

حضرت دل نہین بنا سکتا
کون اوسکے سوا بناؤ ہے ٹھیک

اپنی اوجامہ زیب تو پوشاک
جو بنائے ترا بناؤ ہے ٹھیک

میرا قصہ نہین غلط سارا
کچھ نہ کچھ وہ تو آدھا یاؤ ہے ٹھیک

ماہ سے اے ظفر ستا ہت مین
نیخ ابرو کا اوسکے گھاؤ ہے ٹھیک

کیون جام مے کے دہن مین کرنا ہی بات تنگ
ساقی ہو دیکھ عرصۂ بزم حیات تنگ

قید حیات ہی مین نہین تنگ فقط دل
ہو دیگی اوسکی گور بھی بعد از ممات تنگ

بجائے غنچہ غنچۂ تصویر باغ مین
ایسا ہو سکے منھ سے تری ایکبات تنگ

ہو تنگی زمانہ کی ہنگام شرح حال
کوتہ زبان خامہ و ہان دوات تنگ

دیتا ہی بد صفات کو اک گلشن وسیع
زندان ہی زیادہ ای خوش صفات تنگ

ہم ایک عمر تنگ رہے تیرے ہاتھ سے
لیکر بغل مین اب تجھے ایک رات تنگ

جو شافع دو عالم ہے وہ ہے اپنا پیشوا
اپنے لیے ظفر نہین راہ نجات تنگ

تجھ مین ہی پیر احال یہ عہد خلاق تنگ
لکھون جو خط تو ہو دی قلم کاغذ تنگ

وحشت کی کوش مین تری وحشی کی واسطے
ہر عرصہ گاہ قاف سو ہی بالقاف تنگ

کھینچے نہ گھوڑیکی کبھو اپنے وہ شہسوار
گشتون کے خون سے تا نہو تر زین و ناف تنگ

زاہد نکل کے سیر خرابات کر ذرا
جو حور مین کیون پڑا ہی ای اعتکاف تنگ

یارب پھر آئے موسم سرما کہ مین اسے
لیکر بغل مین رکھون زیر لحاف تنگ

ای دوست تیری بزم مین جی اپنا کیا کھلے
دل سنکر و تنگ ہو تو ہی دلاں و گداز تنگ

اے جود کر اس دہن تنگ کا ظفر
غنچہ کا قافیہ وہین ہو جای صاف تنگ

آج ہی کیا کر سا قیا م بزم میں ہیں دھر ے ہوئے
شیشہ و خم جدا جدا جام و سبو الگ الگ

دور ہی کہ بوسے نے منھ کو بھر ا کی منھ سے تو
مجھ سے رہی ہی وہ ذرا آئینہ رو الگ الگ

چشم سی ہر قطرہ پر یوں جلوہ نما ہیں اشک خون
جیسے چراغ رکھدیے ہوں سب جو الگ الگ

ذمیں یہ ہی طلسم کیا نکلی ہی سب سے اک صدا
روزن سینہ گہ بہ ہیں تا بگلو الگ الگ

دست جنوں ابھی مرا پہونچا نہیں ہے جیب تک
ہو گئی خود بخود ہیں ستا رہ رفو الگ الگ

گل جو چمن میں ہیں ہزار دیکھ ظفر ہے کیا بہار
سب کا رنگ جدا جدا سب کی ہے بو الگ الگ

سوز الفت سی ہی وہ میرے دل مضطر میں الگ
جسکے آگے شرر سی جا کر چھپے پتھر میں آگ

میری آہ آتشین سے کیا عجب جا ہے شفق
پھیلی اُڑ دامن چرخ ستم پرور میں آگ

کیا ہجوم داغ سوزاں سے بھرا ہی عشق نے
سینہ کو منقل میں اور دل کو ہے مجمر میں آگ

اوسکی کو چہ میں ہمارے نالے آتشبار ہیں
ڈر ہی یہ ہکو نہ لگجا ڈ کسی کے گھر میں آگ

نکلے تیرے دل جلوں سے ایسے آنسو گرم گرم
لگ گئی گرمی سی جھلی ایک چشم تر میں آگ

شعلہ جوالہ و گرداب مت سمجھو انھیں
ہو کہیں چکر میں پانی ہو کہیں چکر میں آگ

سردی دگرمی سی اونکے اے ظفر ڈرتا ہے جی
ہوتے ہیں دم بھر میں ٹھنڈے اور وہ دم بھر میں آگ

قصے سنتی ہیں مرے ترے لڑائی کے لوگ
تو نہ سنو اے صنم ساری خدائی کے لوگ

یہ میرے دل جان پیں دونوں ظفر دو لیلیٰ و ہوسند ظالم
نہ مجکو آسین ذرا تردد نہ مجکو آسین ذرا تامل

غم و الم سے نجات پاؤں کہ مہلت ضد نہیں ذرا بھی
بڑا ہے احسان کہ اگر اب کرے نہ تو اے قضا تامل

دل اپنا سینہ میں جب ہے مضطر ہم اسکو تسکین چو دیں کیونکر
نظر میں شیوہ ترا تغافل سخن میں شیوہ ترا تامل

مطلع

ورنگ و شتاب میں ہیں مکتوا نسان کے کام لیکن
کرے وہ جلدی کی جا ہے جلدی کرے ہے تامل کی جا تامل

زہے رے مکھ اور اُسپہ یہ خط کی نمود اول
کہ جو دیکھے ہے اس جا وہ کو پڑھتا ہے درود اول

جو آسین آشنا وہ دیں سن لے ماجرا اون سے
ولا تو وہ دیکھ اس جا و رخندان میں تو وہ اول

سلگ جائیگا جب تو دل تو کوئی شعلہ نکلیگا
ابھی تو ساتھ آہ سرد کے اٹھتا ہے دود اول

کروں کیا دل کا سودا زلف سے بازار الفت میں
نہ سمجھا اسمیں سود آخر نہ ہی کچھ اسمیں سود اول

یہ خوبی ہے فقط تیری خیال خط شکین کی
وگرنہ زخم دل میرا کہاں تھا مشک سود اول

نخوت میرے من دھی دنیا کو عزت
نتھا اس خاک کے تلے کا تو کچھ بھی وجود اول

دل سوزان سے یہ اڑائی طرز جلنے کی
وگرنہ کاہ کو جلتا تھا یوں آتش پہ عود اول

مری سب ہوگئی بد خواہ تیری خیر خواہی میں
نتھا کوئی عدو اول تھا کوئی حسود اول

اگر پاس اُس بت بد مہر کے ہے قصد جانے کا

ظفر دم کر تو ٹیر ھکر یا عزیز و یا دود اول

تیر نگاہ یہ روا تیر بلا کی تمثیل
تیغ ابرو پہ بجا تیغ قضا کی تمثیل

ستم نہ دیکھو کہ جب وہ بیٹھے ہیں سامنے میرے
تو کرتے ہیں دشمن کو مقرر بیچ میں حائل

جدھر دیکھو جمال یار ہی بھر نظر آئے
نہ ہو دیکھو وہ غفلت تر اگر بیچ میں حائل

دم گریہ کہ حرجا ہے ترا عاشق کہ ہنکوں سے
نظر آتا ہے اک دریا سراسر بیچ میں حائل

طفر ہے شوق وصل شمع میں پروانہ تو مضطر
مگر ہو جائے ہے فانوس اکثر بیچ میں حائل

ردیف لمیسم

در بیان نبود غازا بد خدا را دیده ام
آنکه از چشم تو پنهان آشکارا دیده ام

تا نظر افگنده ام بر قامت رعنای تو
جمله از سر تا قدم ناز و ادا را دیده ام

گرده ام رنگین ز حسرت پنجه مژگان خون
تا بدستت سرخی رنگ حنا را دیده ام

سالها گرديده ام من در تلاش کیمیا
ديده ام اکسیر اگر آن خاک پا را دیده ام

تا صبا طرز نگاهش را نمیدانی که چیست
پرس از من ما جرا من این بلا را دیده ام

گرده ام من عمر خود در تیره روز دیها سیر
گر شبے در خواب آن زلف دوتا را دیده ام

چون تو در عالم ندیدم سیکتی صوفی و شے
اے ظفر بسیار رندو پارسا را دیده ام

ذکر و فکر و ہوش ہے تدبیر پریشاں کر رہے ہم
دو دستو اپنی فقط تقدیر پریشاں کر رہے ہم

ہاتھ سے قاتل کے کچھ شکوہ نہیں کرتے کبھی
رکھ کے آپ اپنا گلا شمشیر پریشاں کر رہے ہم

یار و نہ رو کو عشق میں رونے سے تم ہمیں
اس سے بجھا ذرا دلِ سوختہ کچھ اپنا جلن میں ہم

ہیں گریہ مثل شمع سراپا زبان تو کیا
کہ سکتے پر زبان سے نہیں اک سخن میں ہم

دیوانگی کا شور ہے مجنوں کے اے ظفر
دکھلائے جب تلک نہیں دیوانہ پن میں ہم

کیا کہیں اے ہمنشیں میں آج کیوں نکل سکا
جب سے کل سبھی جا مکو اوسکے جدا ہیں کل سے ہم

لاکھ بلا ہے ایک ذرا سی بات میں
زلف تیری ہے بلا اور آن میں اسکی بل سی ہے تم

پیر کا دعوہ کیا ہے اوس بت بے پیر سے
ہر دم بھی شوق میں دن گنتے ہیں منگل سے ہم

تیری چشم مست کا ساقی طلب گار ہیں ہم
رکھتے وقت میکشی مطلب نہیں تو تل سے ہم

ہاتھ جو گردن میں ہو تیری حمائل سا بھی
کیجے یہ اندازہ کیونکر تیری کمر کل سے ہم

شیخ جھگڑا ہو تری اک پل میں ایسا بھی
باندھیں تھمکو کی جھڑی مژگان ابر بار سے ہم

ہو تا ہی کالا جہان میں سرمہ از رہ مکر
پا گئے یہ رمز چشم شوخ کے کاجل سے ہم

ملتے ہیں اپنی تن عریاں پہ خاک کو ہی ڈال
غرض تن پوشی سے رکھتے ہیں عمل سے ہم

گر زمیں پہ ہی گئی تو آسمان پر مثل برق
در ذہن اشتیاق آتشخو نری چھل بل سی ہم

جنسے یار کا گھاٹہ مت تحت الثری کو وہ گیا
کیونکر نکلیں دیکھیے دنیا کی اس دلدل سے ہم

لاکھ بھاری بنکے ہیں پر سبک ہیں ہو تو ار
بے ترازو پا گئے اوزنکو ظفر اکثل سے ہم

صورتِ تصویر حیران ہو گئے | دیکھکر اوس یار کی تصویر ہم
ذبح کرتو ہمکو بسم اللہ کہ آپ | پڑھتے ہین اپنے لیئے تکبیر ہم
سوم ہو اوس سنگدل کا کیونکہ دل | آدمین رکھتے نہین تاثیر ہم

بعد مجنون عشقبازون مین ظفر
رکھتے ہین تھوڑی سی کچھ توقیر ہم

اے بتِ طناز قربانت شوم | اے سراپا ناز قربانت شوم
طلعتِ زلف و کمندِ جان و دل | اے کمند انداز قربانت شوم
چون مسیحا در لبِ جان بخش تو | صد ہزار اعجاز قربانت شوم
مرغ جانم در ہوائے کوئے تو | میکند پرواز قربانت شوم
تا بہ قربان گاہ من یکرہ زناز | باز آ تا باز قربانت شوم
تو بہر انداز بنما جلوہ | من بہر انداز قربانت شوم

ہر دم آن ابرو کمان را از ظفر
میرسد آواز قربانت شوم

چلنا مریض عشق کو تیرے آٹھ نو قدم | معلوم ہو ہے ضعف سے دس بیس سو قدم
حدِ ادب پہ رہتے ہین واں دان عشق | آگے نہین بڑھاتے کبھی ہیم جو قدم
دیکھے جو تیرے ناخنِ پا کو تو کیا عجب | جو مہ فلک سے جھک کے ترے ماہ نو قدم

جو اُنکی قوم سے ہو وہ نزدیک اُنکی سب دشمن
کہ وہ تو دوست اپنے دوستان محلبسی ہین

عجب کیا خاک سے اپنے اگر روئیدہ ہو نرگس
کہ ہم اشیوخ کشتہ تری چشم ترسی کی ہین

مطلع

رو سے مصفا اُسکا ہی پیش نظر جنکے
نہین وہ مائل نظارہ ہوتی آرسی کے ہین

دل اگر جو پاس میرے سچلے دونو ہی ہین
دیکھیے اُسپہ بھی خنجر کے تلے دونو ہی ہین

گو جلا پروانہ جلدار شمع ذکچھ دیر کی
لیکن آتش سوز محبت کے جلے دونو ہی ہین

ذوہان کوئی یار جاتا ہی نہ کوئی آشنا
کر قفس کے لا نہین آرسے دونو ہی ہین

جب کسے ہین دیدہ دل منتظر اُسکے فرش راہ
اوس ستمگر ذی بھی تو وان سے ملے دونو ہی ہین

خوشنما عارض تیرے خط بھی ہے اور زلف بھی
لگتے نظر نہین مرے کافر بھلے دونو ہی ہین

کیون نہ سمجھون ہمدم اپنا منتج خنجر کو ترے
آکے ظالم میرے لگجاتے گلے دونو ہی ہین

اے مطلع

اے مطلع اُسے بچاؤن کسطرح مین عقل و ہوش
جب کبھی آئے ہین وہ لیکر تلے دونو ہی ہین

کف پا مین ترے سر رکھدی وہان جب غیر ملتی ہین
لگی ہی آگ یان تلوؤن سے ہم غیرت سے جلتے ہین

ارادہ ہی ترا گر کوچہ جانان کی جانے کا
نکر تو ایدل بیتاب جلدی ہم بھی چلتے ہین

لگا دیتا ہی تیر اغمزہ قاتل اک ہاتھ ایسا
کہ سیمل تیری خوش ہو ہو کر دو دو ہاتھ اچھلتے ہین

لب لعلین اُسکے گر نہین دل خون کیا میرا
تو میری چشم تر سے لال آنسو کیون نکلتے ہین

مطلع ثانی

غم نہیں ہمکو اگر اٹھے فلک چکر میں
کر فلک آپ بھی ہو ٹھہر پھر چکر میں

یہ جو پھرتا ہے سدا خانہ بخانہ خورشید
اس سے ظاہر ہے کہ ہیں صاحب زر چکر میں

موج دریا ہی شمشک اپنی بھی وہ طوفان ہے
جسکے ہر ایک طپانچے سے بھنور کھائے چکر میں

ڈھونڈھتی پھرتی ہیں کس زہرہ جبیں کو یارب
روز و شب رہتی ہیں جو شمس و قمر چکر میں

گردش چشم کاسانی کی اشارہ ہی ہی
کہ رہی ساغر سے شام و سحر چکر میں

خاک ہو کر تو ذرا بیٹھیے دیکھیں ہے چرخ
جون بگولا مجھے پہنا دے نکر چکر میں

آسیا کی یہ ہوا پھرنے سے معلوم ہے
گردش دہر سے پتھر بھی ظفر چکر میں

کہو اس خبر کو ہم خبر بھیجیں تو کیا بھیجیں
کوئی پرچہ بھر لخت جگر بھیجیں تو کیا بھیجیں

وہ جا ذکر سطح سرباز ہمکو عشق میں اپنے
اگر اپنا نہ ہم سر کاٹ کر بھیجیں تو کیا بھیجیں

دہاں سے ظفہ و تشنیع کی سوغات آتی ہے
یہاں سے ہم نہیں سوغات اگر بھیجیں تو کیا بھیجیں

نوشتہ پر غبار اس گلی میں تو تو انسان ہے
بھی خط دیکھ ہم اپنی نامہ بر بھیجیں تو کیا بھیجیں

نہ فاصلے کبوتر کیسے یاران عدم رفتہ
ادھر کی خبر بھی ادھر بھیجیں تو کیا بھیجیں

بجز شستہ چشم کا آنکی وہ عین عنایت ہے
گل نرگس اسکی گور پر بھیجیں تو کیا بھیجیں

گری جو شیطنت سے سر کتی اڑ رفتہ پروازی
نہ لعنت اس پہ سیصد نا لبتر بھیجیں تو کیا بھیجیں

جگر ہی ٹکڑے ٹکڑے جان و دل ہیں سوختہ دونوں
بھی کچھ تحفہ ہم اے غمخوار گر بھیجیں تو کیا بھیجیں

شاہی ہو موج کی طوفان کی یا رونے کی برسات کی
لگے آگ ایسے دنیکو کہ مثل شمع گھل گھل کر
مگر آنکھو نسے اپنی ہمنے وہ دیکھا ہی رونمین
بہا جاتا ترا دلسوز ستا یا ہی رونمین

ظفر ہم اپنا رونا رونمین جاکر سامنے کسکے
رہا کون اپنے آنسو پونچھنے والا ہی رونمین

صنما ہم کہین تو کیا کہوین
بجذا ہم کہین تو کیا کہوین
مدعی مانگنے ہی نہین دیتے
مدعا ہم کہین تو کیا کہوین
حال غم تجھسے کہہ چکے یکبار
بار ہا ہم کہین تو کیا کہوین
اپنے رونیکا تیرے ہنسنے کا
ماجرا ہم کہین تو کیا کہوین
نہین فرصت جو کیجیے حسرت دل
حسرتا ہم کہین تو کیا کہوین
کہتے ہین سب وفا نہین تجھمین
بیوفا ہم کہین تو کیا کہوین
خاک در کوترے کہین اکسیر
قوتیا ہم کہین تو کیا کہوین
تو تو منہ سے کہے ہی ہمکو برا
پھر بھلا ہم کہین تو کیا کہوین
تجھسے کہوین جو ہو مزیکی بات
تیمرا ہم کہین تو کیا کہوین
تجھسے وان کچھ کہا نہین جاتا
قاصدا ہم کہین تو کیا کہوین

بن کہے ہی وہ ای ظفر ہمسے
ہے خفا ہم کہین تو کیا کہوین

خدا جانے کہ سینہ مین ہے کیا پیکان ہر دل کا
نظر آتی ہی کچھ آہ آتشین آنسو مین

گہر ہی کا نہین اس مہر پنہان کے یہ مین آنسو
ستارہ جلوہ گر خورشید کی ہی کیونکہ پہلو مین

بجا ہی چاہی کو چہ مین اوسکی سچ کہا تو نے
پرائی غمخوار کیا کیجے نہین دل اپنی قابو مین

اگر برپا ہو طوفان دیدۂ غمخوار سے میرے
تو ہووے کشتی افلاک تک بھی غرق لوہو مین

مزا برسات مین ہی ساقیا یون بادہ نوشی کا
ادھر ابر سیہ جھومے ادھر تی مین ہم جھومین

اگر زنجیر ہوتی توڑ کر کب کا نکل جاتا
دل دیوانہ کو باندھا ہی تو فی اپنی گیسو مین

اگر گلگشت کو جاوے ظفر وہ رشک گل میرا
بہا آئی مچائین غلغلہ سین باغ مین دھومین

تری نگاہین جو اہی فتنہ زمان دوڑین
تو دل یہ لاکھون بلاہے ناگہان دوڑین

ہمارے حال سے وہ بیخبر نہین آگاہ
و گرنہ یہ خبرین ہین کہان کہان دوڑین

ہم فراق کر ہا ہو نے ہی کی فریادی
رہین ہے آہین مری سوے آسمان دوڑین

اگرچہ آنکھین تری ہی پریشان ہین پر اشوخ
شکار دیکھ کے جیسے چیتیان دوڑین

ہوے آنسون کی لیفن لگے ہین اترنے
تو نگین کسے دنے کو دستان دوڑین

بلا مین لیتے کو یہ مان تری پستان سے
ہوے گھوڑے دنبہ چڑھ چڑھ کے میرجان دوڑین

زبان پہ آیا نہین اپنے ایک حرف ظفر
کہ پہلے ہی سے یہان اونکی چھان دوڑین

اپنی غرقہ سی جنھین آپ ذرا جھانکتے ہین
پھر سنو اونکی تو کیا کیا وہ ڈل مانکتے ہین

شب کو گلزار پر ایک اوس سی پڑجاتی ہی
منہ کو شبنم کے دوپٹے سے جو وہ ڈھانکتے ہین

بھیجو بازار محبت مین مرا گو ہر دل
پوچھو تم جوہری یونسی کہ وہ کیا آنکتے ہین

کوئی گل اور کھلا چاہتا ہی رشک چمن
آپ کرتی پہ نئے رنگ سی گل ٹانکتے ہین

کچھ تو آتا ہی ادھین دشت نورد یمین مزا
خاک صحرا کی جو دیوانے تری پھانکتے ہین

بل بے نفرت کہ ہمین دیکھکے خوبان فرنگ
جلد جلد اور بھی گھبی کو سوا ہانکتے ہین

دی ظفر جنکو خدا نے صفت ستاری
کھوتے عیب کیسکے وہ نہین ڈھانکتے ہین

یون شعلہ سو رنگ سے اٹھا دل کی داغ مین
جیسے پھڑک گیا ہو فتیلہ چراغ مین

رخ پر ترے پسینے کے قطرونے ہی بہا
کیا پھول چاندنی کی ہین مہتاب باغ مین

ناصح تو تجھ سے تیری ہم سن چکے بہت
خاموش ہو کہ اب نہین طاقت دماغ مین

اے مست ناز پیتے ہین تجھ بن بجای مے
ہم بھر کے اشک دیدۂ تر کے ایاغ مین

ڈھونڈھو ہزار کوئی نہ اوکا ملے پتہ
جو گم ہوے ہین تیرے کمر کے سراغ مین

یہ لاغری سے حال ہی دیوانہ کا تری
اڑتا ہوا کے ساتھ ہی تنکا سا راغ مین

دنیا سے جنے کھینچ لیا ہاتھ اے ظفر
پھیلائے پانون کیون نہ وہ کنج فراغ مین

برابر ڈھالے کر دیتے ہین سب دیوار و در گھر کے
تراعاشق ہوا وامق ہوا فرہاد یا مجنون
گذارہ کرتے ہین زیر فلک ہی بے سر و سامان
وہ جب آسته کرتے ہین اپنی ثرگانی
انھین منظور سب سے پہلے ہے سر کاٹنا میرا

رلوان جب چشم سے ہم آنسو ونکی سیل کرتی ہے
محبت مین سب انکو شامل اک ذلیل کرتی ہے
نہ پھیر کرتے ہین تجویز کچھ پھیر کرتے ہین
تو ناز و غمزہ کو کپتان اور کرنیل کرتی ہین
کہ سر باز و نہین اپنی وہ مجھے سرخیل کرتی ہے

نہ جسکو عقل ہو اور ہو کتابون سے لدا پھرتا
ظفر اوس آدمی کو ہم تصور بیل کرتے ہین

جو کام ہو گریہ سے مرے ایک گھڑی مین
یہ انجم گردونکو ہوتا ہے کہ ہم بھی
ہی آب بقا پردہ ظلمات مین پنہان
جو پارہ دل ہین ثمرہ ترین نہ ہونگے
انسانکو مناسب ہے کریہ بات نہ بزمی
دنرات کی گھڑیونکی گھڑی دیکھنہ غافل

وہ ہوئی نہ بارانسے کئی دنکی جھڑی مین
ہون موج تینونکی جاتی ہے جھومر کی لڑی مین
دیکھا دس لب جانبخش کوسی کی ڈھڑی مین
ایسے گل رنگین کہین پھولونکی جھڑی مین
کہدے نہ کڑی منہ سے نہین لطف کڑی مین
دم دم کا ہی احوال ستر دلکی گھڑی مین

وہ جیسے ہین دل جانتا ہی خوب ہمارا
ہم ای ظفر آئے ہین کوئی اونکی تری مین

دشمن جو حسینونکو ہم جانکے کہتے ہین
یو نہین نہین کہتے ہین کچھ جانکے کہتے ہین

جو تیری چاہ میں ڈوبا وہ کب اُبھرتا ہی
ہزار اسکو اگر آشنا اُبھارتے ہین

قمار عشق مین ہتی ہی بازی اونکی ہاتھ
وہ جان ہار کہ جان اپنی اسمین ہارتے ہین

لب اک جام سے ہوتی ہین سیراب
وہ بادہ کش کہ جو یان خم کی خم ڈکارتے ہین

ظفر جو پھینکتے ہین ہاتھ اپنا دنیا مین
ہمیشہ یانون وہ آرام سے پسارتے ہین

ترا ساغمزہ و ناز ایسنم کسو مین نہین
جو تجھ مین ہے وہ خدا کی قسم کسو مین نہین

بغیر رنج کے کوئی نہین ہی کار جہان
مگر جو عشق مین ہی رنج و غم کسو مین نہین

گہر سے اشک کے کیا موتیونکو دون نسبت
جو اسمین آب ہی ای چشم نم کسو مین نہین

اگرچہ ہین چمن و ہر مین ہزارون گل
ولیک بو و فا پاوتی ہم کسو مین نہین

نہ موج مین ہین نہ زنجیر مین نہ سنبل مین
جو اوسکی زلف مین ہین پیچ و خم کسو مین نہین

سب اسکو دیکھ کے حیران ہین صورت تصویر
ہوا یہ حال ہی گویا کہ دم کسو مین نہین

خط اوسنے بھیجے کئی لکھکے اے ظفر ہمکو
پر ایک حرف محبت رقم کسو مین نہین

خواہ مین ہون راہ پر اور خواہ مین گمراہ ہون
لیکن اوسکے کاندے اوپر دلخواہ ہون

گو میدہ دشت ہون نحیف سے مثل گمان
پر لگاتا سینہ گردون پہ تیر آہ ہون

خاکمین مجکو ملا لیکن گند اس راہ سے
مثل چشم نقش بکتا پر تری مین راہ ہون

خاک پا مخمر جہانکا وہ ظفر ہون کہ جو اور
اپکڑین قدمونکو تو مین اونکے چرن کو پکڑون

عجب اعجاز ہے بابل ہوا مین | چراغ گل ندیکھا گل ہوا مین

مطلع ثانی

جو مشک افشان وہ کاکل ہوا مین | نہ آئے نکہت سنبل ہوا مین
اوڑے گر خاک دیوانہ کی تیرے | اٹھے زنجیر کا ساغل ہوا مین
ہوا مین آکے کسنے زہر اوگلا | کہ سمیت ہوئی بالکل ہوا مین
ترے کوچے تلک پہونچی ہے آخر | ہماری خاک مل جل کر ہوا مین
دل سرد آہ سے اس طرح پگھلا | کہ جیسے برف کھائی گل ہوا مین
ہوا ہے مے سے برہم کیونکہ ساقی | پیین خوش ہو کر جام مل ہوا مین
رولائے ہے برنگ شیشہ ہمکو | نہ تجھ بن خندۂ قلقل ہوا مین

ظفر ہے گلشن عالم معطر
گئے ہین بال کسکے کھل ہوا مین

مین نہین اس مسکیہ مین آبکل دست ہون | ہی پرست عشق ہون ازل سے مست ہون
کہتی ہے مجھسے خندہ کراسکی شیم خانہ جنگ | دیکھا ہے مین نے شیشہ جنگ و جدل سے مست ہون
دین گر آب بقا بھی مجکو جانون آب تیغ | اسقدر جام تمنا ہی اجل سے مست ہون

جبکہ ہم جائینگے واں کیا ہمسے پوچھا جائیگا
غم اگر ہی تو یہی ہی اور تو کچھ غم نہین

ہی یہ زیبا زلف ہی کیواسطے تیری لیے
اپنے آشفتہ سی ہونا اتنا کچھ بر ہم نہین

صاف کھلجائیگا ہمچشمو نہین میرا راز دل
دیکھتا تا پھوٹ بہنا چشم پر نم کچھ نہین

خوب جو دیکھا تو شمشیر صفاہانی مین بھی
روبرو اُس ابروی خمدار کی کچھ خم نہین

مشک الماس نمک بھر دیا کر چارہ گر
واسطے زخم جگر کے میرے مرہم کچھ نہین

خوب ہی وہ اک جہان جسکو کہی خوب ظفر
کچھ نہین وہ جسکو کہدی ایک عالم کچھ نہین

ہر رات سبھی اپنے آرام کو سوتی ہین
ہم جاگتی ہین تم ہین گو شام کو سوتے ہین

کیا عشق کی صحرا مین بخوف و خطر عاشق
گم کہکے رہ کفر و اسلام کو سوتی ہین

ہر شب ہمین فرقت مین ذرا ہی گذرتی ہے
ذی صبحکو سوتے ہین بے شام کو سوتے ہین

گر لیں تنی انظارہ گر خواب مین تو آئے
ہم شبکو جو سوتے ہین اس کام کو سوتے ہین

ہم بستر رحمت پر یارو وہ دراز اپنے
اونے نہ کہا تو یہ پیغام کو سوتے ہین

کھلے کیے اٹھی خوشبو مین سحر جس شب
ہم لیکے بغل مین اوس گلفام کو سوتے ہین

بیہوش اوان آنکھون کے ہم یون ہین نقد ہین
گویا کہ ظفر پی کر دو جام کو سوتے ہین

خدا کا گھر ہی ایدھر تو نکو آستانون مین
جگہ سجدہ کی ہی اونکی کف پا کے نشانون مین

من وہ لکو جانتا تھا بڑا دوست عشق مین
دیکھا تو ایسا دشمن جان کوئی بھی نہین

شکوہ ستم یونہی تو دل ہی لبالب مگر کبھی
نکلا جاتا ہے تا بزبان کوئی بھی نہین

لون کسکو اپنی ساتھ رفاقت مین اے ظفر
صبر و شکیب و تاب و توان کوئی بھی نہین

لب وہ ہین کہ ندی ہو سے وہ اگر دو تین
بلا سہی گالیان وے منہ سے سیمبر دو تین

جواب خط کا نہین وانسی ایک بھی لاتا
روانہ کرتے ہین ہم روز نامہ بر دو تین

نہو تسلی دل میری اک جراحت سے
نہ جب تلک کہ ہون مرہم اور کارگر دو تین

زیادہ مجھسے نہین قیس و ویس و فرہاد
اگرچہ عشق مین مین یہ بھی نامور دو تین

نکالے انھین دو تین بار قصے روز
جہانمین مجھسے جو ہون فتنہ گر دو تین

وہ سنکے نام مرا کچھ نہ بولے خیر ہوئی
کہ وان ہے اور اسی نام کے بشر دو تین

چلے جہان سے مری رنج و درد و الم
ہین اس سفر مین بھی میرے یہ ہمسفر دو تین

جگر سے میرے اگر ایک خار غم نکلا
پھپھولے وہین حسرت نے نیشتر دو تین

وہ کہتے تھے کہ ہم اک دو گھڑی مین آتے ہین
نہ آئے اے ظفر اور دن گئے گذر دو تین

ملائین اپنی قسمت کیا نکو کار عمر کی قسمت مین
خدا جانے کہ ہو کیا ہم گنہگار و نکی قسمت مین

بنایا بوسہ و لب کا رقیبان محبت نے
نہ تھا یہ شربت عناب یار و نکی قسمت مین

اللہ ری شرم آئے جو وہ شبکو خواب مین — نہان رکھا حجاب سے منہہ کو نقاب مین
خوشبو ہی جو پسینہ مین ای گلبدن ترے — نے وہ گلاب مین ہی نہ عطر گلاب مین
دل میرا ایک کیا کہ ہزارون ہی آئے دل — باندھے کمند کاکلِ پرتاب تاب مین
میرے دلِ شکستہ مین آکر رہے وہ کیا — رہتا ہے کون ایسے مکانِ خراب مین
یون آنسونکے ساتھہ پیا ہمنے خون دل — جیسے ملا کے پیتے ہین پانی شراب مین
منت کشِ اجل نہوئے ہم کہ ہوگیا — کام اپنا تیری ایک نگاہِ عتاب مین

اس بے وفا کو دو نہ دل اپنا تم ای ظفر
ڈالو نہ اپنی جان کو دیکھو عذاب مین

ہم کہین اے نگار رہتے ہین — لیک تجھپر نثار رہتے ہین
ہم نہ شعلہ ہین نی شرر ہین نی برق — پر سدا بیقرار رہتے ہین
نہین اس گل کو کچھہ اثر ہوتا — نالہ کش ہم ہزار رہتے ہین
صورتِ نقشِ پا گلی مین ترے — ہم بھی اک خاکسار رہتے ہین
شمع سان سوزِ دل نہین کہتا — گرچہ ہم اشکبار رہتے ہین
اپنے دامن مین دولت اشکون کے — گوہر آبدار رہتے ہین
ایک رنجش ہمین سے ہے ورنہ — آپ کے سب سے پیار رہتے ہین
چشم مست اسکی سے ہی جاے ہے ہوش — گرچہ ہم ہوشیار رہتے ہین

جب سے پیا ہے شراب غیر کے گھر مین
ہم نہین ہوش مین خمار رہتے ہین

وہ نہین جی مین جی کی بات جی مین
ہی جی کی جی مین ہی ہی جی مین
کس سے ملنا کسی سے وقت ملاقات جی مین
ہی تمنا تمنا ہی ہی جی مین
ہی وہ نہ آنے کی بات جی مین
ہی نہین اعتبار ہی ہی جی مین
ہی وہ کیا بات جی مین
ہی ہی جی مین ہی ہی جی مین
ہی ہی جی مین ہی ہی جی مین
ہی ہی جی مین ہی ہی

لشکرِ شام کو ایک آنکھ لڑا دوں ہیہات
اگرچہ ظاہر میں بیقتا دو دو تن ہوتے ہیں

ای ظفر شہ کی سلامی کو بڑی گانگشت
گر ملیں خلد میں کتنے ہی حسیں حور سے ہیں

غیر نے آج ترے رات سحر کی گھر میں
نہ کھلی بات کسی پر رہی گھر کی گھر میں

رات بھر ہم رہے تیری سی در و بام پہ لگے
کسی جا سوس نے بھی یہ نہ خبر کی گھر میں

دل جلوں کو نہیں دن کار رسیدِ داغ خفا
روشنی تھوڑی ہی کیا داغ جگر کی گھر میں

اشکِ گلگوں سے نظر آئے ادھر کیا کیا گل
چشم پر خوں سے مدد ہر ہمنی نظر کی گھر میں

شمع کی طرح سے یاد قدر غنا میں تیرے
ہمنے سولی پہ سدا رات بسر کی گھر میں

چشم کی طرح سے صاحب نظر دن نے دیکھا
سیر کیا کیا نہیں دو رنج سفر کی گھر میں

مدعی وہ جو چھپے بیٹھے تھے بھاگی چھپ کر
آمد آمد جو ہوئی رات ظفر کے گھر میں

گنہ سے ہم نہیں خالی گناہگار نہیں
پر اسکے لطف و کرم کے امیدوار تو ہیں

بلا سے جان گئی اپنی عشق میں لیکن
وہ ہمکو جان گئے اپنا جانثار تو ہیں

زیادہ ٹھہرکے گی کیا اور دل میں آتش عشق
نکلتے ہر بن مو سو مرے شرار تو ہیں

وہ فوج شک سو گو سوزدل کبھی نہ بجھے
پر اپنی آنکھ سو نسی ہم رہتے اشکبار تو ہیں

بلا سے گر جگر و دل میں داغ داغ اپنے
ہمیشہ دیکھتے ہم سیر لالہ زار تو ہیں

جسنے اُس عالم تصویر کو دیکھا کیا | ایسا تصویر سراپا تو کوئی ہی نہین
قیس و فرہاد ہون کیا عشق مین ہمسر مجھسے | مجھسا دیوانہ و شیدا تو کوئی ہی نہین
تیری دانتون کے مقابل مین کہی گوہر کو | مجھے کیا مال کہ ہیرا تو کوئی ہی نہین
کہکر بالون مین ترے جیسے کہ ہر مانگ تری | ایسا غلمان کا رستہ تو کوئی ہی نہین
کس تمنا پہ جیے عاشق مایوس ترا | جنمین اب اُسکے تمنا تو کوئی ہی نہین
ہو نہو زلف کے کوچہ مین دل سودائی | اور اب اُسکا ٹھکانا تو کوئی ہی نہین
سرو قد کون ہو رعنائی مین ہمسر تیرا | تجھسا یان دلبر رعنا تو کوئی ہی نہین
کیا کرون غم کو نہ سمجھون اگر اپنا غمخوار | دل کے دینے کو دلاسا تو کوئی ہی نہین

قدرت حق کا تماشا ہے ظفر جیسے بشر
ایسا دنیا مین تماشا تو کوئی ہی نہین

بتون نے کین آشنائی کی باتین | کہین اور ساری خدائی کی باتین

مطلع ثانی

نہین تمکو لازم بُرائی کی باتین | بھلون کو ہے زیبا بھلائی کی باتین
غضب ہے کہ دل مین تو رکھو کدورت | کرو منہ پہ ہمسے صفائی کی باتین
لڑاتے ہو محفل مین غیرون سے آنکھین | صریحًا ہین یہ تو لڑائی کی باتین
جو کرتے ہو تم دلربائی کا دعوے | کچھ آتی بھی ہین دلربائی کی باتین

کہیں بجا پڑے اڑ کر جو برگِ گل سمندر میں
تو شرطِ عشق یہ ہے ساتھ ہو بلبل سمندر میں

مطلع ثانی

اگر ہو عکس افگن یار کی کاکل سمندر میں
تو پیدا جای موجِ آب ہو سنبل سمندر میں

پڑے عالم میں جسدم شور دریا شر شک اپنا
تو اس طوفاں کے ڈر سے ہو نہ کیونکر سمندر میں

دکھاؤنگا جو اپنے دیدۂ پر آب کا عالم
تو گرداب کی بھی جائیگی آنکھیں کھل سمندر میں

گذر جانا نہ سمجھے سہل دریائے محبت سے
اگر باندھے کوئی تدبیر سو پُل سمندر میں

دکھائے آبداری تو جو اپنی دُر دندان کی
تو عرقِ شب خجلت ہو وین موتی کل سمندر میں

علی وہے ظفر موڑی نہ ہرگز باگ میداں کی
سمندر ہو جو حائل ذالدل سمندر میں

کان سے گوہر اور دانے دو چار نکالا اچھے ہیں
چشم سے لاکھوں ہنڈی در شہوار نکالے اچھے ہیں

گاہ جلانا گاہ رولانا یہ تو تمنے خیر سنا تھا
ڈھنگ نکالے خوب ہیں اطوار نکالے اچھے ہیں

حق میں ہمارے اُسنے کہی ہیں باتیں لاکھوں ہی لیکن
منہ سے کلام اُس شوخ کے گر کچھ نکالے اچھے ہیں

بات تری کب خالی ہو یا جھڑکی ہو یا گالی ہے
پیار سے تو نے مجھسے تو یہ پیار نکالے اچھے ہیں

خار و خ و غم کی خلش سے برسوں ہم بیچین
جیسے تو نے کلیجے سے یہ خار نکالے اچھے ہیں

لاکھ تو ظالم مار نکالا دلکو تو کیا آوائی تھا
اس کا فرنے اور ہزاروں مار نکالے ہیں

گرچہ زمین یہ خوب تھی پر اپنی زور طبیعت سے
کیا کیا آمین تو نے ظفر اشعار نکالے اچھے ہیں

ہم سے اُس بیوفا نے بیوفائی کی نہیں
لیکن اُس سے ترک ہمنے آشنائی کی نہیں

ہوے کیا بیمار فرقت کا طبیبونسے علاج
وصل بن کوئی دوا درد جدائی کی نہین

تو اگر کچھ پوچھتا ہے مجھسے میرے دلکی کیہہ
اے صنم مجکو خبر ساری خدائی کی نہین

وہ بھلا کرتے ہین کہتے ہین بھلا مجکو بُرا
کی بُرائی مینے یہ مینے بُرائی کی نہین

میٹھے ہین تنہا لگا کر دست و یا مین دُن خفا
اس سے بہتر جاؤ کوئی ہاتھا پائیکی نہین

چھوڑ قسمت ہی سے دل دام بلائے زلف سے
ورنہ ظاہر کچھہ توقع تو رہائی کی نہین

لیگیا وہ لربا دل کیونکہ مین حیران ہون
بات آتی کوئی اسکو دلربائی کی نہین

دیکھیے کیا ہو مکدر ہمسے ہی آئینہ رو
اور کوئی صورت نظر آتی صفائی کی نہین

عشق ہی رہبر اپنا عشق ہی ہے رہنما
اے ظفر حاجت کسی کی رہنمائی کی نہین

آسی لئے تو ہین جستجو کسو کی نہین
کہ ہمکو ملنے کی اب آرزو کسو کی نہین

کہینگے دل ہی مین جو کچھہ ہمارے دلمین ہے
زبانسے کہنے کے ہم روبرو کسو کی نہین

جہکا یا جینے ہی سر اپنا زیر تیغ صنم
وہ ہوتا آگے کبھی سر فرو کسو کے نہین

ہماری چاک جگر کا عبث ہی فکر رفو
یہ ہوتا ہاتھہ ہی ہرگز رفو کسو کے نہین

امید آنے کی اسکے ہو کسطرح ہمکو
کہ آتا خواب مین وہ ماہ رو کسو کے نہین

پہنسا یا زلف مین کسطرح آپنے تمکو لا
کہ آیا بیچ مین اسطرح تو کسو کے نہین

عجب نادان ہین لاکھون بار کر کر آزمایش ہم
مروت ہر تری اے بیمروت آزماتی ہین

دم عیش و طرب غیار بھی ہین یار بیگانے
ظفر یارون کو تو وقت مصیبت آزماتی ہین

دل دیکے ہوا انکو گنہگار تو مین ہون
دین کسکو سزاوار تو مین ہون

پیاسا مرے لوہو کا جو ہی کوئی تو وہ ہے
ہون اسکا اگر تشنۂ دیدار تو مین ہون

ہی کون کہ ایذا ہو جسے اپنی گوارا
ہون اپنے اگر درپے آزار تو مین ہون

کہتا ہی مجھے عشق تو غم سے ہر سان
کسواسطے ہے تیرا مددگار تو مین ہون

آنکھون مین جو لیفونکے کہٹکتا ہون ہمیشہ
سو کہا ہوا گر چہ روش خار تو مین ہون

بوسہ ترے لب کا مرض غم کی دوا ہی
کیون اور کو دیتا ہے کہ بیمار تو مین ہون

ناصح مجھے کیون عشق سے لغو ہی سمجھتا
ہون رنج و مصیبت مین گرفتار تو مین ہون

جی چاہتا ہے تجھپہ فدا ہونے کو میرا
مرضی تری ہو وے اگر اے یار تو مین ہون

لون جان تلک بیچ کے مول اے ظفر اسکو
ہون جنس محبت کا خریدار تو مین ہون

کہان ہی بوسہ لب ہم طلبگارونکی قسمت مین
نہین یہ شربت عناب بیمارونکی قسمت مین

کہان تھوڑا سا ذکر ان ملاحت پیسکے بہر کے
اگر مرہم نہین ہے زخم دل افگارونکی قسمت مین

آرام خاک پر تو کیون صبا کی طرح سے سوتے
اگر آرام ہوتا تیرے آوارونکی قسمت مین

دیکھو

ساقی شتاب دے مجھے تو بھر کے جام دے
بیٹھا ہون بیچ اس نشے کر اتار مین

ہم حسن گندمی پہ تری ہو کے شیفتہ
کیا کیا ذلیل و خوار ہین قرب و جوار مین

بعد از فنا بھی کم نہ ہوئی سوز شِ جگر
اگر می ہے اتنا تک اسکے خاک مزار مین

سایہ مین لف کی ہے کہان وہ تابناک
ہے چاند سا چھپا ہوا ابر بہار مین

مثل غبار اٹھہ کو جو تیری گلی سے جائے
طاقت کہان ہے اتنی تری خاکسار مین

اس رشکِ گل کو ابتو دیا ہمنے دل ظفر
کہدینگے ہم زبان سے یہ سو مین ہزار مین

راز پنہان کھل گیا محفل کے بیچ مین
خط کھلا جو رکھدیا قاصد نے لاکر بیچ مین

یار کے رو ئے گلابی پر نہ سمجھو خط سبز
رکھدیا قرآن کی ہو طاؤس کا پر بیچ مین

سر کو بالون مین ہے مانگ اور مانگ مین ہے تار
وہ ہے شب وہ کہکشان وہ اسکا اختر بیچ مین

اشک و لختِ دل پہ کر یون بنائے ہمنے بات
دانہ یا قوت دو دو دا یک گہر بیچ مین

عکس مئے کو کہے آئینہ مین مست نا
دیکھو کیا دریا کے ہے ستارہ سکندر بیچ مین

دل کو سوزِ عشق مین کیونکر کرے تسکین نہ
چین سے رہتا ہے تش کے سمندر بیچ مین

اے ظفر وہ ساتھہ ہی سوئے تو سوئی اسطرح
رکھہ لیا تکیہ کو پہلو کی برابر بیچ مین

دل ہی نہا دنیا ایسا ہے دل آزار و نکی تا نہین
کر دیکھے جیسے شیشہ کوئی میخوار و نکی ہاتھون مین

آجکل تمام دنیا مین کیا ہو رہا ہے کچھہ خبر ہے
کون ہون کیا شے ہون مین نا چیز ہون یا چیز ہون

کہے ہی لے تو گوم کر دیکھہ ترے واسطے کیا خوب لایا ہون
دل یا جان ہی دیدی ہے اور کیا دون کوئی ہے ہر گز نہ چھوٹا

ہو گیا دل میرا دولت سے قناعت کی غنی
جانتا دنیا کو مین کیا مال ہون کیا چیز ہون

جنون دل بازار الفت مین کوئی تماشا چیز ہون
واعظ عالم عجب کوئی تماشا چیز ہون

خاک ہون مین خاک ہون نا کارہ ہون نا چیز ہون
ظفر کیا پوچھتے ہو کیا ہون مین آپ کو

دل لگانے کی باتین اور ہی ہین
جی دکھانے کی باتین اور ہی ہین

مطلع

مطلع ثانی

وہ چھپانے کی باتین اور ہی ہین — یہ جتانے کی باتین اور ہی ہین
دل کی باتون کا ہی ٹھکانا کیا — کہ ٹھکانے کی باتین اور ہی ہین
کیا کہی بات تم سے ہمنے خلاف — روٹھہ جانے کی باتین اور ہی ہین
تو اگر چاہے آئے مان سو بار — پھر منانے کی باتین اور ہی ہین
کیا بجھاؤگے میری سوزش دل — کہ بجھانے کی باتین اور ہی ہین
آزماتے ہین وہ وفا مین کسے — آزمانے کی باتین اور ہی ہین
زہر کہاتا ہے بات بات پر کو لعل — زہر کہانے کی باتین اور ہی ہین
ہم کہان اور کہان مقنس عیسیٰ — آب و دانہ کی باتین اور ہی ہین
سمع کیا جانے طرز دل سوزی — دل جلانے کی باتین اور ہی ہین
ہمنے کی ٹہوہ کے تم سے کس رات — شہر بر ہانے کی باتین اور ہی ہین

ظفر اگلا زمانہ سہت کچھہ اور
اس زمانے کی باتین اور ہی ہین

ہر ایک سے ہین تیری اتحاد کی باتین — مگر ہین سے ہین بعض و عناد کی باتین
خدا کے واسطے ان مفسدون کو گھر سے نکال — نکالتے ہین یہ کیا کیا فساد کی باتین
نہین ہے معتقد شیخ و برہمن عاشق — کہ اسکی اور ہی ہین اعتقاد کی باتین

تمام

تمہاری گیسوؤں کی مینے کیا تقصیر کی پوچھو
جو مجھسے راستی عشیہ پیشہ حمزی کرتی ہین

ہماری دیک دیدکو اے ظفر کیا پوچھتا ہو تو
کہ کار بد ہزارون اور نکوئی کوئی کرتی ہین

گئی آہ جگر کہین کی کہین
جا ہی پہونچی خبر کہین کی کہین

مین کہون بات تو وہ ہے جا ہین
جی مین کچھ سوچکر کہین کی کہین

ہوگا پردہ سے کیا کہ پردہ نشین
میری پہونچی نظر کہین کی کہین

لے گئی بوسے زلف اڑا کے تری
ہاے باد سحر کہین کی کہین

میری اور تیری چاہ کی اک دھوم
پہونچی اے فتنہ گر کہین کی کہین

یہ بگولا نہین بھٹکتی ہے
روح مجنون مگر کہین کی کہین

کیا لکھون خط چھپا کے پہونچ گئی
یہ خبر نامہ بر کہین کی کہین

سمجھے اپنا ہے وہ گلہ ان کو
مین نے باتین اگر کہین کی کہین

میری وحشت لے پھرے ہے مجھے
اندنون اے ظفر کہین کی کہین

ہم خیال لف رخ مین اپنی حالت کیا کہین
راز دل تہی ہے جو ہمپر مصیبت کیا کہین

تم جو ہمسے صاف ہو تو ہم کہین کچھ اپنا حال
ہے بہتری اسمین تمہاری تو شنیدہ تر کیا کہین

کوئی بھی اسنوا نہین جب نظر آتا نہ ہو
پھر کسی کے سامنے سوز محبت کیا کہین

مطلع ثانی

کیا خطا مینے کین کیا جسے تقصیر مین مین
جو ہے قتل کی قاتل تیہ بیر مین مین

غل پڑا عالم مین ہم سودائیون کی قید کا
جس گھڑی تیا اُن زلفونکی زنجیر مین مین

مین جو خوبان عالم تصویر ہم اُنکے کلام
سنکے حیران ہین کہ گویا یکیہ تصویر مین مین

تھی بہت سربازیہ مین ہی ہوس سینہ سپر
سامنے تیرے ہوین جبکی شمشیر مین مین

اُن کی سرکار سے امداد دلکو عشق نیز
دونون نجیر مین تری زلفونکی جاگیر مین مین

پھوڑا جب بادنے سر نیا اور مجنون نے پاون
عشق مین ثابت بُری فونکی تقدیر مین مین

عشق کو دنیا نہا مین ہیچ ناصح عقل کو
سپہ ہمیرا اور اسکے خوب تقریر مین مین

جو نہ تھی تو فیر کے قابل انہین کو اے ظفر
چرخ کی سفلہ نوازی ہے ہین توقیر مین مین

نہ پوچھ گردن نجیر ہل گئی تھی کیون
چھری تری تم نکسیر ہل گئی تھی کیون

نہ آیا خواب رہا رات بھر یہی کہتا
کہ در پہ یار کے زنجیر ہل گئی تھی کیون

جوان بھوؤنکی نہ جنبش سے آیا تھا جو خیال
تو میرو ملکی یہ تعمیر ہل گئی تھی کیون

پہونچ گیا رخ نازک پہ اسکے اک تھکے
ہوا زلف گرہ گیر ہل گئی تھی کیون

جو تیرے خوف ستم سے لرز گئی تھی نہ
تو پھر زمین فلک پیر ہل گئی تھی کیون

جہان کو جنبش ابرو سے آج قتل کیا
الٰہی آگی یہ شمشیر ہل گئی تھی کیون

گر مجکو جلا دین روشن شمع سرا پا — مین منہہ سی نہ اُف شعلہ عذار نہین نکالون
ہمسر ہون جو دندان مسی سے تیرے — سو طرح کے مین عیب ستار نہین نکالون

مانند نگین سینہ خراشی کے بدلت
مین نام ظفر سینہ فگار نہین نکالون

دل غم الفت سی مضطر کہہ نہین تو کچھ نہین — چشم آب گریہ سے تر کہہ نہین تو کچھ نہین
نے ہی بت خانہ مین کعبہ مین ہے جو لین ہے — اور اگر دل ہی کو اندر کہہ نہین تو کچھ نہین
غم ہے کیا ساقی کہ ہستی کا نہین کچھ اعتبار — تو دے جا بھر کے ساغر کہہ نہین تو کچھ نہین
ہے تری دلکی کدورت سی مرئ پر غبار — اور جو تیرا دل مکدر کہہ نہین تو کچھ نہین
خوبی تقدیر کے ہین سیاہہ ساری خوبیان — اور اگر اے دل مقدر کہہ نہین تو کچھ نہین
قد خوبان گرچہ نخل میوۂ فردوس ہے — نارستان سی ثمر ور کہہ نہین تو کچھ نہین
غم نہین ہوتے نہونیکا کہ بے پر اہین ہم — ہی تو ہی سب کچھ مسیر کہہ نہین تو کچھ نہین
خوبی جوہر سے ہی انسان کی قدر زر است — اور سیمین خوب جوہر کہہ نہین تو کچھ نہین
خانۂ دل کم نہین ہے تہہ مین بت اللہ سے — پر تری نزدیک کافر کہہ نہین تو کچھ نہین
حسن و خوبی ناز و شوخی سب ہین لیکن کیا کرین — رحم تجھمین ہی ستمگر کہہ نہین تو کچھ نہین

ہم جو کہتے ہو ظفر کو کچھ نہین یہ آدمی
خیر بہتر بندہ پرور کہہ نہین تو کچھ نہین

جو خوش کلام ہین کام دہان پکڑتے ہین
جہان کہ مردم بدگو زبان پکڑتے ہین

کرے ہی چشم عنایت سی تو نظر جیسے
وہ نذر تیری دل ای دلستان پکڑتے ہین

جو ہوتے ہین تری چشم سیاہ کو بیمار
وہ رات کا ہیکوے سیر یکان پکڑتے ہین

ارادہ کرتے ہین دل کے شکار کرنیکا
وہ جبکہ ہاتھ مین تیر و کمان پکڑتے ہین

کوئی بلا ہین سپیرے ہماری حضرت دل
جو مار طرۂ عنبر فشان پکڑتے ہین

برنگ نقش قدم پڑہ کوئی ہی تیرے
جگہ جو تیرے سر آستان پکڑتے ہین

ظفر لکھین انہین کیا حال ہے کاغذ پر
قلم جو ہاتھ مین ہم ناتوان پکڑتے ہین

تیر و شمشیر کے زخمو سی ای یار نشان
تن پہ جو گول کئی ہین کئی خمدار نشان

تو جو گل نکیہ کی جا ہاتھ نہ رکھکر سوتا
پڑتے چھلونکے ترے کیون سر رخسار نشان

سینہ کاوی سی غرض کیا انہین ہا نند نگین
نہ جنہین نام کی خواہش ہے نہ در کار نشان

خبر جفا و ستم و جور نہ پایا تجھمین
نہ تجھے الفت کا کچھ ای شوخ ستمگار نشان

زخم کہانے مین فراکچھ جو ہوے تو دل
کیون ہو تیر نگہ یار کا سو بار نشان

لاکھ ہو تو نہین جانیکا کبھی قاتل
تیرے ان سے لہو کا مرے زنہار نشان

چشم گریان دل بریان دم سرد رخ زرد
ہین بظاہر تو یہی عشق و چار نشان

کثرت داغ سے ہی فوج صف آرا دل پر
کہول ای تو یہی تو ای آہ شرر بار نشان

دیکر کے گرہ مین لفِ گرہ گیر مین دو تین
باندھی ہے وہ دل لف کی زنجیر مین دو تین

ہو کون دو چار اس سے کہ وہ قاتل بلا فگن
سر کے ہے اڑا ایک ہی شمشیر مین دو تین

یہ ناز و ادا یہ نگہ و غمزہ و انداز
ہین خوب اسی عالم تصویر مین دو تین

دس باتین ہون لیکن نوا داسا سنا اسکے
تقریر مین دو تین ہون تحریر مین دو تین

اُس پنجۂ مژگان سے لگے خوب پیا پے
خنجر جگر عاشق دلگیر مین دو تین

بیمارِ محبت نے ترے اور ہی ظالم
دن پکڑے ترے آنیکی تاخیر مین دو تین

قربان ترے ہاتھونکے اے شوخ کماندار
کیا تو نے پروئے ہین دل اک تیر مین دو تین

یہ بیخ و قلق اور یہ اندوہ و غم و درد
غمخوار لکھے تھی مری تقدیر مین دو تین

اک مین ہی نہین وصل کا خواہان ظفر اکہ
ہین اور بھی پہرتے اسی تدبیر مین دو تین

نے کبھی ہون قبا شاد مین نے غمگین غم مین ہون
میرا عالم اور ہی مین اور ہی عالم مین ہون

فرصتِ یکدم پر اتنا ہون لا مثل حباب
آ گیا کیا ہستی موہوم کو دم مین ہون

کیون پرون آوارہ اسکو ڈھونڈھتا مثل صبا
یہ ہمدم مجھمین ہے اور اپنے ہی ہم مین ہون

کیا کرینگا اشک باری ابر میرے سامنے
رکھتا اک دریا ہی خونین دیدۂ پرنم مین ہون

مین جگر افگار ہون کیا عشق مین سوزن سے کم
چارہ گر سے اچھا ہوا تانکہ ہم مین ہون

جو مقدر مین ہے اُس سے زیادہ ہو تو کم
میری نادانی ہے گر مین فکر بیش و کم مین ہون

لے چلا دل ظفر مجھے ناحق
میں نہیں اس ستم شعار کی گون

آئے نہ تم جو ایک نفس پانچ روز میں
یاں کاٹے ہمنے پانچ برس پانچ روز میں

ہے عمر پنج روزہ بہت فرصت قلیل
کیا خاک نکلے دلکی ہوس پانچ روز میں

ہو پنج جہان پیادہ ہم اکدن میں مضمحل
جائے نہ واں سوار فرس پانچ روز میں

وہ پانچ دن خمار ہی ایسے کہ دید کو
آنکھیں گئیں ہماری ترس پانچ روز میں

یہ ضعف ہو کہ آئے ہی سینہ سو تب تک
صیاد بانگ مرغ قفس پانچ روز میں

ماتم ترے شہید کا پنجم تا ک یاں
جو ہونا تھا سو ہو گیا بس پانچ روز میں

چھپنے کا راز عشق نہیں اپنا اے ظفر
کہلائے گا یہ دیکھنا دس پانچ روز میں

ردیف واو

گر ناز سے وہ صحن میں یک جمیں کے پانو
چومے زمین پہ گر کے گل اس گنبدی کے پانو

دشت کو دیکھ کے جو بہلے چوکڑی
اک جست میں شکستہ ہوں ون بھر کے پانو

کو عشق کیا صلاح ہے تیری تبا مجھے
ون شیخ کو قدم کہ پڑوں برہمن کے پانو

اتنا نہ آہ و نالہ سے اپنے بلا سے
اے دل نہیں ہیں گنبد چرخ کہن کے پانو

شیریں کو پھر نہو ہوس سرخی کفک
رنگین کریں لہو سوا گر کو ہمن کے پانو

اچھا ہو گر چھڑکے نمک زخمِ دلکی جرأت پر
بلکہ تھوڑا مشک بھی اسمیں ہو جو ظفر اور اچھا ہو

وہ دیکھیے سوزِ محبت سے دلکے داغ کی لو
زندگی جنجر ہو بھڑکی ہوئی چراغ کی لو

دکھا دی رشکِ چمن اپنی تو گل خرسار
لگی ہوئی ہے مرے لکو سیر باغ کی لو

خیال ہے ہمیں ساقی کی چشمِ میگوں کا
نہ ہو شراب کی خواہش نہ ہے باغ کی لو

عجب نہیں کہ مرے سینہ داغ سوداسی
عیاں ہو شمع صفت سوزش داغ کی لو

جہان سے ہو گئی عنقا کی طرح معدوم
لگی جنہیں کہ یار کے سراغ کی لو

تمہاری عاشقِ وحشی مزاج کو تم بن
کبھی ہے باغ کی لو اور کبھی ہے داغ کی لو

جہان میں گنج قناعت کا ہو وہی خواہاں
ظفر لگی ہو جسے گوشۂ فراغ کی لو

زلف میں قطرۂ عرق کے ہیں تنہا رہ اکیدو
یا نکل آئے ہیں لی میں ستارہ اکیدو

مطلع ثانی

رو زرتم دشنام دو منہ پر ہمارے اکیدو
پیار سے بوسہ صد افسوس پیارے اکیدو

کہو کے سارہ عمر یہ پایا کہ جانو نہیں ہے
آپکے دو چار ایما اور اشارے اکیدو

اس تپ سوزِ محبت کا کروں میں کیا علاج
روز لائے ہے نئے مجھسے صرارے اکیدو

یار دا حال مراسنکے کرو گے تم کیا
اسمین کچھ اور اگر ہو سکے یاری تو سنو

نہ سنو تم میری تو فقیر کی تہین نہ سنو
پر بلا سے مری تم ذلت و خواری تو سنو

کچھ کہین ہم تو سنو تم نہ اُسے یکبائی
اور مخالف کہے آ کر کہی باری تو سنو

ناصحو حال غم عشق سنو تم کیونکر
ہو وہی حالت جو ہماری سی تمہاری تو سنو

اے ظفر سنتے ہو کیون باتین کسیکی بیکار
کچھ اگر سننے سے ہو کار براری تو سنو

اگر تم قتل کو میرے کوئی شمشیر لے آئے
تو ابر دہی کی اپنے کھینچا تصویر لے آؤ

قسم کھائی ہے یار واسی میرے آہ مین نے اپنی
جو تم سے آسکے تو کر کے کچھ تدبیر لے آؤ

دیا تھا ہمنے کیا اقرار نامہ آپکو لکھکر
کہان ہے وہ ہمارے ہاتھ کی تحریر لے آؤ

کسینے جو کہا عاشق کو لائین سانپ تیرے
کہا گر ہے قضا ہی اسکی دامنگیر لے آؤ

مقابل کر کے دیکھو خوبی اسکی روے نیو خط کے
عزیزو سورۂ یوسف کی تفسیر لے آؤ

وفا کا کب کیا اقرار ہمنے بیوفا تجھ سے
بنا کر دل سے تم چاہو کوئی تقریر لے آؤ

گھوا عدا سے یہ گر ہو ظفر کی ہمسری کرتے
تو اسکی سی کہین سے پہلے تم تقدیر لے آؤ

کون کہتا ہے ادا سے نہ چلو یونہین چلو
تربت عاشق شیدا پہ اگر چلتے ہو

لیک تم پاؤن نسے دلکو نہ ملو یونہین چلو
تو کسی غیر کو ہمراہ نہ لو یونہین چلو

وہ خال لب کا نکتہ کہلاتا ہے کب کسی کا ڈھونڈیں ہزار اسکا اب نکتہ چین لگاؤ
سنگ فسان سے بہتر ہو میری سخت جانی تمکو اگر لگانی ہے تیغ کین لگاؤ

تو اضطراب دل کو پوچھے ہو کیا ظفر کے
ہوتا برا ہے دل کا اے نازنین لگاؤ

جب سے آرام ہو دل دیکھے کسی ایسے کو نہ کہ دل لیکے دکھاتا رہوں ایسے کو
بشر اُس حور شمائل ہو کیا دیکھکے غش ہوش اُڑ جائیں اگر دیکھیے پری ایسے کو
دلکی اچھا کیا اُس نے لف زباندہین شکیز دینی ایسی ہی سزا چاہیے تھی ایسے کو
روتی دیکھا جو مجھے سنے تو ہنسکر یہ کہا کہ ہمین یکہ کے آتی ہو ہنسی ایسے کو
شکوہ بیجا ہے اگر دلکو نچوڑی غم عشق دلمین بھی ہمنے جگہ آپ ہی دی ایسے کو
خط مرا پڑھتا ہی غیرون کو دکھاتا قاصد دی نوشتہ نے مرے نامہ بری ایسے کو
دل ہے اُس لبرزاک کا الٰہی کیون سخت ترس آتی نہین یہ سنگدلی ایسے کو
جوہر آئینہ ہین ورنہ ہے ایسا غماز کہ لگاوے نہ کبھی منہ بھی کبھی ایسے کو

اس زمانے مین نہ آتے ہین جسے کہ فریب
سچ تو یہ ہے کہ ظفر کیجئے دلی ایسے کو

نہ اس رُخ پہ زلفِ پریشان سمجھو شب و روز دست و گریبان سمجھو

مطلع ثانی

تیغ غم سے کسکا دل سینہ سپر میرا سا ہو
وہ چڑھے منہ عشق کے جسکا جگر میرا سا ہو

کہتے اُس خط کو کہ جسمین ہین کہ چھپ کر بھیجا
لیکے خط جاوے وہان جو نامہ بر میرا سا ہو

ابر سو سو بار گوہر بار ہو لیکن کہان
دیدہ اسکا خونفشان و دُر بہر میرا سا ہو

چھیڑے وہ شامت زدہ کا لیکو کیونکر
جان پر جو کھیلے دل جسکا نڈر میرا سا ہو

جو ہو ہر جائی پہ شیدا اسکا رسوائے حال
کُو بکو خانہ بخانہ دَر بدر میرا سا ہو

ہووے حسن عشق کا جب آشکار رنگ و دھنگ
رنگ اُڑ ہر تیرا سا ہو اور دھنگا ہر میرا سا ہو

ناصح بیدرد سے اپنا کہو نہین دردِ دل
جبکہ دل پر درد اسکا اے ظفر میرا سا ہو

گڑکے سو بار اکھڑ جاتے ہین قدم کے پانو
ایک لغزش نہین کرتے کبھی تھکے پانو

گنبدِ چرخ خدا جانے کھڑا ہو کیونکر
ورنہ گر ہی پڑے گر ہمنے نہ تعمیر کے پانو

دل کا اُس لب مین یہ عالم جیسے پنسن جائے
آکے بیٹھے ہین کسی مرغ ہوا گیر کے پانو

آئیگا پائے تصور سے تری کوچہ مین
کٹ بھی جائینگے اگر عاشق دلگیر کے پانو

کیا عجب دشت سے گر آنکے چومے مجنون
تیری وحشت زدہ پائے بنہ نجیر کے پانو

لے کجا دار ترے تیر کے زد پر آکر
اُٹھ نہین سکتے زمین سے تری نخچیر کے پانو

جی یہی چاہتا ہے آنکھین لگا دون اپنی
اے ظفر دیکھکے اس عالم تصویر کے پانو

وہ ایک دوست چاہیے تو پر ہیں نہیں اگر
دشمن ہمارا ایک سے لے تا ہزار ہو

عیاریون سے لیتے ہو دل کیسے یار ہو
مطلب کے اپنے یار ہو تم کس کے یار ہو

حاضر ہین صید گاہِ محبت مین پہلے ہم
ناوک فگن اگر تجھے شوق شکار ہو

سینہ مین داغِ عشق کو رہنے دو چارہ گر
شاید یہ بعد مرگ چراغ مزار ہو

دل ہو وہی پسند جو تجھپر فدا رہے
جان ہے وہی عزیز جو تجھپر نثار ہو

کیا حال اسکا ہو کہ ترے جس پہ ریض کا
آنکھو نمین دم ہوا ور ترا انتظار ہو

اختر شماریون ہی مین تجھہ بن کرون بسر
ہر چند رات ہجر کی روز شمار ہو

ہون خاک راہ اسکا پر ایسا نہو ظفر
میرا غبار خاطرِ نازک پہ بار ہو

ستم و زیان قبول تجھے نہ کچھہ دم بدم ہے
اے ہمدمو جو ہو سو خدا کے کرے سو کم ہے

کرنی بھلونکے ساتھہ برائی بھلی نہین
نقصان اُسی کا ہو کہ جو کھوٹا اکھرا سمے ہے

تجھسا حسین نپایا کوئی ہمنے اے پری
پریونکے ملک کے بھی تم آئے پر سمے ہو

دل میرا صاف اُنسے ہے مانند آئینہ
کیونکر غبار لوگونکے تہمت دہر سمے ہو

صحرا مین آب گریہ سے دیوانہ کو ترے
تھے جو درخت خشک گئے سب ہرے سمے ہو

یکسان ہے تیری عاشق شیدا کو مرگ و زیست
حاصل نہ کچھہ جیے سے نہ اسکو مرے سمے ہو

کیون سوتی سوتے چونک پڑی خواب مین ظفر
وہ مار زلف دیکھہ کے شاید ڈرے سمے ہو

مطلع ثانی

تمپر یہ ہو خواہ دل دجان سو فدا ہو | اور تم یہ کہو حیف کہ چل یا نسی ہوا ہو
سر اپنا جھکے اور کہان غیر درِ یار | سجدہ وہین کرتے ہین جہان سجدہ کی جا ہو
بوسہ لب میگون کا جو وہ مست سنے ناز | وہ عالم مستی مین تو کیا خوب مزا ہو
آزار محبت سے ہین لاچار اطبا | کیا اسکا مداوا ہو کہ جسکی نہ دوا ہو
برہم ہون دو عالم ترے اک جلوہ سے کافر | جب دونون طرف منہہ پہ ترے زلف دتا ہو
چشم بر قانی یہ ہو یون سایۂ مژگان | تنکے کو اٹھائے ہو جون کاہ ربا ہو
جب جانے گرفتاری دل کو مرے ناصح | دل اُسکا بھی گرداب محبت مین پھنسا ہو

مسجد سے نہین کم وہ زمین سجدہ کو اپنے
جسپہ ظفر اُس یار کا نقش کف پا ہو

عاشق کو اپنے دیکھہ کبھی اک نظر تو لو | وہ تم پہ جان دے ہے ترم اسکی خبر تو لو
زخمی کیا فلاک کو مرے تیر آہ نے | خون ہے شفق نہین ہے ذرا دہیان کر تو لو
اے دونگا اپنی جان تلک بیکہے تمہین | اے نالہ ہاتہہ آئے بقیمت اثر تو لو
عاشق تو مرہی جائیگا یہ کوئی دم مین آپ | خون لیتے اپنے سر یہ ہو ناحق اگر تو لو
بوسہ ندونگے نہ لگو تم پلنگ پر | پر منہہ کو اپنے پھیر کے کروٹ ادہر تو لو
مینے کہا کہو تو مسیحا کہون تمہین | کہنے لگے کہ کہنا ابہی پہلے مر تو لو
منہہ کیا کہ دوگے نامہ و پیغام کا مرے | تم جاکے اُسکے سامنے نام ظفر تو لو

جو اسکی زلف میں ہے مشک نابکیسی بو
تو ہو پسینے میں رخ کے گلاب کیسی بو

الٰہی خیر ہو آتی ہے کوے قاتل سے
جو خون عاشق بیاضطراب کیسی بو

جلایا سینہ میں کیا دلکو آتش غم نے
کہ ساتھ آہ کے آتی کباب کیسی بو

تصور رخ مہوش ہم اگر روئیں
ہر اشک میں ہو گل ماہتاب کیسی بو

بخاذ لطف و عنایت پہ اسکے حضرت دل
نکلتی آہیں بھی ہے اک عتاب کیسی بو

کہان ہو سنبل پیچان میں اے نسیم چمن
کسی کی طرۂ پرپیچ و تاب کیسی بو

نہ لیجئے منہ سے ظفر نام پارسائی کا
تمہارے منہ سے ہے آتی شراب کیسی بو

حضرت دل بیٹھیے ہو گر کام سے بیٹھے ہو
میری گھٹنے سے لگے آرام سے بیٹھے ہو

شاعر مضمون زلف درخ نہ ہمکو ہاتھ سے
فکر میں گر صبح تک تم شام سے بیٹھے ہو

جاکے دیر و کعبہ میں کیا لوگے تم اے غافلو
ہاتھ اٹھاؤ اور اسلام سے بیٹھے رہو

بیٹھنے سے پاس نامی کا ڈر ہے کیوں تم
دور اپنے عاشق بدنام سے بیٹھے رہو

چرخ تک چکر میں سب ہیں کیونکہ یاں ہر چیز
بچ کے تم اس گردش ایام سے بیٹھے ہو

اے اسیر داغ یہ میں طاقت پرواز ہے
کیا کروگے تم نکلکر دام سے بیٹھے رہو

واہ دکھائے گا کبھی تو جلوہ اپنا اے ظفر
تم لگائے آنکھیں اپنی بام سے بیٹھے رہو

درد دل بلبل کا کر سکتے نہیں گر گوش زد
گمان کیون گل کی چمن مین ہو صبا لگتی کہو

جیسے ہاتھ مین تمہارے ہو مری سرخی کا خون
ہو کہان خوشرنگ ہاتھہ ایسی حنا لگتی کہو

اے ستمگر رہتا گر ستم کو مجھسے اُنس
تو گلے سے کیون مرے تیغ جفا لگتی کہو

حضرت دل اس پر یکی ہین ادائین سیکڑون
پر تہین ہو کونسی پیاری ادا لگتی کہو

تم جو کہتی ہو لگا تو دختر رز پر نہ تاک
شیخ جی صاحب تمہاری ہو یہ کیا لگتی کہو

زلف کو عارض پہ سکے کیون ہلاتی ہے صبا
دل پہ اک قمچی سے میرے ہے بلا لگتی کہو

جس جگہ لگتی سخن مین ہے طبیعت آپ کی
اے ظفر وان کسکی ہے فکر رسا لگتی کہو

جو کہو انصاف سے بات اک ذرا لگتی کہو
اے مبو بہر خدا کچھہ تو خدا لگتی کہو

حضرت دل تم جو لگ چلتے نہ رقیبون کے
کیون تمہارے جان کے پیچھے بلا لگتی کہو

قتل ہی ہونا تھا قسمت مین دگر نہ ہمدو
کارگر کیون دلپہ وہ تیغ ادا لگتی کہو

گر نہوتا تم کو ساتھا اس قدر شوخ کے کچھہ لگاؤ
کیون تمہاری شکو بنکی آنکھون بارہا لگتی کہو

گر بری ہوتی نہ قسمت اور بھلی ہوتی نصیب
بات میری کیون بری تمکو بھلا لگتی کہو

گر نہوتا دل مرا خون حسرت بابوس مین
پانو مین اس شوخ کے کیونکر حنا لگتی کہو

سوسن آزاد ہو یا سرو آزاد اے ظفر
اس گلستان مین نہین کسکو ہوا لگتی کہو

ٹھہری رہی نظر فتنہ کی تری جانب
کہ دیکھیں چشم مفتن سے کیا اشارا ہو

کہو نہیں کیونکہ اُسے نعل کفش پا تیرا
کہ جب تلک نہ نومیں کوئی ستارا ہو

وہ ماہ پارہ دکھائے جو اپنا جلوہ حسن
گمان کی طرح دلِ ماہ پارا پارا ہو

وہ دشمنوں کو حرارت جواب بہاتی ہیں
کہیں نہ رات کے آنے کا یہ حرارا ہو

ظفر وہ کونسا دانا جہان میں ہے کہ جسے
اس آسیائے فلک نے نہ پیس مارا ہو

مرا غم نامہ یہ وانتک پہونچ جائے تو کیا ہو
خوشی کی نامہ وانسے خبر آئے تو کیا ہو

ستاتے کیا ہو تم ہر دم کہ لو اب جیتے جاتے ہیں
یہ سنکر جان سے کوئی گذر جائے تو کیا ہو

دل شامت زدہ کیوں چھیڑتا ہے زلف کو اسکی
یہی برہم وہ ہو کی تجھپہ جھلائے تو کیا ہو

بجھاتے ہیں ہم اپنی سوزشِ دل آب گریہ سے
یہ دل میں آگ دونی اور بھڑکائے تو کیا ہو

ہوا حال ایسا اپنا سنکے اسکے حسن کا شہرہ
خدا جانے کہ وہ صورت جو دکھلائے تو کیا ہو

نہ چل اے فتنہ رفتار اسطرح ٹکھیلکیسے تو
کہ ناحق خاک میں کوئی جو ملجائے تو کیا ہو

ذرا دم لینا جب ہیں ناگوار اس صید افگن کو
اگر یہ صید ڈک خورہ چلا وے تو کیا ہو

چلے تو ہیں چمن کو ہم کہ چلکر جی بہلائیں
وہاں بھی گر دل ویرانہ گھبراوے تو کیا ہو

جلایا تو ہے تمنے دل ہمارا آتش غم سے
یہ آہِ آتشین سے آگ برساے تو کیا ہو

جو یہ بیزار ہو مجھسے خفا ہو نام سے میرے
وہ میرا ذکر محفل میں جو سُن پاوے تو کیا ہو

رشک خورشید قیامت ہو وہ پیما جسکو
اپنے تم سوختہ کے داغ جگر پر رکھو

گر قدم رنجہ کرو راہِ عنایت سے یہان
تم قدم آنکھو پہ رکھو مرے سر پر رکھو

دم بھی لینے کی نہین ضعف سے طاقت اسکو
تہمتِ نالہ نہ تم اپنے ظفر پر رکھو

چمن مین دیکھیے نگارین جو اُس نگار کو پاؤ
کہو بہار کہ ہین واہ کیا بہار کے پاؤ

نصیب ہو اگر اُس مشک گل کی بو یکی
کروں ہزار کی منت پڑون ہزار کو پاؤ

شکارگاہ مین آئے جو وہ شکار افگن
تو کیا مجال کہ پھر اُٹھہ سکین شکار کے پاؤ

خطا ایک ہو پہ نکسیکا تو بخیطا دان رو
قلم ہون چار کو ہاتھہ اور قطع چار کے پاؤ

نگاہِ مست تری گر پڑے نہ دلپہ کہین
نشے مین کرتے ہین لغزش شرابخوار کو پاؤ

ظفر لگے ہے وہانسے ہمیشہ گل ہنسی
جہان تہے دھوئے حنا بستہ میرے یار کے پاؤ

ستم اور بھی محبوبہ وہ چند کر لو
مگر میرے دل کو رضامند کر لو

مطلع ثانی

جو لب برگ گل ہین شکر خند کر لو
ملا کر گل و قند گلقند کر لو

کرو بند دیکھو نہ غرفہ کو اپنے
ہمین سے کہو آنکھین تم بند کر لو

وہ جھوٹا ہی ڈر ہے مجھے حضرتِ دل
کہ با در تم اسکی نہ سوگند کر لو

ادا اے مہربان ادہر آؤ
تم چلے ہو کہان ادہر آؤ

میری گریہ سے ہے اگر منظور
سیر آب روان ادہر آؤ

تو وہ دل ہے کہ خوب ہے در مشق
لیکے تیر و کمان ادہر آؤ

مجکو دیر و مغان مین دیکھتے ہی
کہو پیر و مغان ادہر آؤ

بدگمانی ہے تو نہ آؤ تم
گر نہین کچھ گمان ادہر آؤ

اتنی تاثیر ہے کہان کہ جو تم
سنکے میری فغان ادہر آؤ

دیکھو کیا میری دید خونبار
آج ہے گل فشان ادہر آؤ

بوسے دینے تو جاؤ غیر کو پر
دینے کو گالیان ادہر آؤ

خانۂ دل کو سمجھو اپنا گھر
ہے یہ حاضر مکان ادہر آؤ

اتنی فرصت کہان رقیبون سے
کہ جو تم اک زمان ادہر آؤ

آگئی میری جان ہونٹونپر
بتو اے میری جان ادہر آؤ

اے ظفر میرے درد دلکے تم
گر سنو داستان ادہر آؤ

صفا میری طرح سے کسکا آیینہ ہے دیکھو
مثال آئینہ یہ بتواس قابل ہی منہ دیکھو

تماشا قدرت حق کا ہی اسکے حسن کا جلوہ
مقابل اسکے ہو سکتا ہے کامل ہی منہ دیکھو

مرا میل طبیعت کچھ جتا تا ہین ہی یار اسکا
تو وہ ہنسکر کہے ہے میرا یہ مائل ہی منہ دیکھو

قطعہ

مین اُس گلی مین بیٹھہ رہون مثل نقش پا
پر جای بیٹھہ رہنے کو بہشت بہر تو ہو

ایمان بھی اسکو دیدون مگر مجھسے صنم
گمراہ ہو رہا ہے ذرا راہ پہ تو ہو

سو فتنہ وہ اٹھائے مگر جیسا فتنہ گر
دل چاہتا ہو ویسا کوئی فتنہ گر تو ہو

کیون کھینچتے ابھی سے ہو سینہ سے اپنا تیر
رہنے دو اسکا دل مین ذرا میرے گھر تو ہو

مین اک نظر نذر کرون اسکے جان و دل
لیکن یہ چشم یار کی مد نظر تو ہو

ہو جای کیونکہ موم دل ای سنگدل ترا
اس آہ بے اثر مین ابھی کچھہ اثر تو ہو

تھوڑی سی گر ظفر کی سنے داستان غم
اسکی نشست ایک جگہ دو پہر تو ہو

مصحف رخسار پر کافر ترے گیسو ہین دو
ہی تماشا حافظ قرآن ہو ہندو ہین دو

انکو تیغ اصفہانی اور خنجر ساسانی کہان
پہونچتی ہے یہ جو ای قاتل ترے بر مین دو

کیون نہو کشتہ مید ل اُن آنکھون سے تمام
کہیت مین تنکا بچوڑین یہ تو وہ ہو ہین دو

اس سہی قامت کی بستان ہین طلسم طرفہ تر
ایک نخل سر مین پیدا ہوے ہندو ہین دو

دلکو اک تسکین سے ہو جاتے ہے وقت نظر
جبکہ آنکھون سے ٹپک پڑتے کبھی آنسو ہین دو

درد دل ہو اک طرف درد جگر ہو اک طرف
درد فرقت مین بھی ہم درد دو رہم پہلو ہین دو

اس خراب آباد مین بستے ہین دو نون نیک و بد
صلح جو بھی ہین ظفر دو گر شبہ جو ہین دو

گھر اپنا ہی یہ سمجھو گو طلب آؤ تم ہم منہ سے نہیں تمکو کہنے کے چلے جاؤ
گر اپنی نشانی تم چھلا نہیں دیتے تو گل ہی ہمیں دیکر چلے کے چلے جاؤ
بازار مین ہستی کے اے غافلو آکر تم جھگڑے نہ نکالو تم لے دیکے چلے جاؤ
اے زاہد دانس تب کا گر دیکھو تم اک جلوہ تبخانہ کو و ہو کے مین کعبے کی چلے جاؤ
شکل اچھی کہان سے ہو طالع جو نہ اچھی ہون پس قرعہ نہ رتا لو تم پھینکے چلے جاؤ

کعبہ ہو کہ تبخانہ سجدہ مین ظفر اسکے
ماتھے کو زمین پر تم بان ٹیکے چلے جاؤ

یار و کچھہ اگر خط مین ہو تحریر تو پڑھہ لو یہ کیونکہ کہون مین خط تقدیر تو پڑھہ لو
تم ذبح کرو صید محبت کو جو اپنے یہ تمکو مناسب ہے کہ تکبیر تو پڑھہ لو
اکسیر تو موقوف ہی قسمت پہ عزیزو پڑھتے ہو اگر نسخہ اکسیر تو پڑھہ لو
تصویر کو کہتے ہو مری کسکی ہی تصویر گر نام مرا ہے سر تصویر تو پڑھہ لو
اے بسملہ اتنی نہ کرو مرنے مین جلدی منہ سے کلمہ تم نہ شمشیر تو پڑھہ لو
پیدا ہو خط مصحف رخسار پہ اسکے اے حضرت دل پڑھتے ہو تفسیر تو پڑھہ لو

تم لے ظفر انکے لئے کوئی عمل جب
کچھہ رکھتے زبان مین جو ہو تاثیر تو پڑھہ لو

گلے جو عدو سچ نہ جانا کرو بُرا مانتے ہو تو مانا کرو

ہم قصد کرتے کو چہ جانا نہین ہر سحر
مسجد کو کوئی جاے ہی کوئی کنشت کو

مرد خدا پرست پرستش سے رکھی کام
دوزخ سے نے ڈری نہ وہ چاہی بہشت کو

دیر و حرم کو جاتی ہین جو دلکو چھوڑ کر
یار نیگے اپنے سر سے وہ کیا سنگ خشت کو

دی کیون نکلے تیر کو آغوش سی کمان
الفت ہو رست رد سی اگر کج سرشت کو

دے ہی نصیب مجکو جو ہر کام مین شکست
لکھا خط شکستہ سے کیا سر نوشت کو

گر ہے کمال عشق مین منظور اے ظفر
کر اختیار سلسلۂ اہل چشت کو

تیغ ہو غیر از نگاہ یار ایسی کاہیکو
تیز ہوتی ہے میان تلوار ایسی کاہیکو

ہی سوا الماس ہی بھی تیری ذہنوکی چمک
تاب رکھتا ہی دُر شہوار ایسی کاہیکو

چشم فتان پر ترے اے شوخ گر مفتون نہو
ہو وی نرگس باغ مین بیمار ایسی کاہیکو

گر نہ پیاسے لہو عاشق کا ظالم تیر تیر
تو رکھی سرخی لب سو فار ایسی کاہیکو

جو تمہاری غمزۂ پرفن کو آتی ہین نہین
کرتے ہین عیاریان عیار ایسی کاہیکو

وہ جو آیا خواب مین شاید مرے جاگے نصیب
ورنہ آئے دولت بیدار ایسی کاہیکو

کیا مری ہمسائگی سے بڑہ گیا پرا سوا
کی بلند اس شوخ نے دیوار ایسی کاہیکو

ٹہر جا دم بھر کہ جاے دم بھی میرے تئین نہین
کر رہا جلدی ہی تو اے یار ایسی کاہیکو

اے ظفر گر جا پرین کو چہ مین مکی ہو خاک
خاکسار دنکی ہی ٹہی خوار ایسی کاہیکو

میرے حالِ بد کے سننے کا نہین سکو دماغ
دلبر با قسمت سے کیا بازی کہ داغ آیا ہی ہاتھ

ہاتھ دنیا سے اٹھایا ہے جنہون ذرا ہی ظفر
رہتے ہین وہ با فراغ انکو فراغ آیا ہی ہاتھ

بغیر بادہ بھی اس شوخ خود پرست کی آنکھ
نشے مین جسکے کہ ایسی ہی جیسے مست کی آنکھ

جہان ہی گھر ہی دشمن گھر کے پیش نظر
کرے ہے سیر ہمیشہ بلند و پست کی آنکھ

خدنگ حسرتِ دیدار کو ترے منظور
نشست ہو تو جگہ خوب ہی نشست کی آنکھ

جہان مین جنکو حکومت ہی انکو نیند کہان
کہ لگنے دیتی نہین فکر بند و بست کی آنکھ

لگائے دیکھیے کب تیر وہ کمان ابرو
لگائی صید محبت نے ہر نشست کی آنکھ

دکھائے محتسب شہر طمطراق ہزار
کوئی جھپکنی ہی رند قوی بدست کی آنکھ

گیا ہے گوٹ ظفر دل کہ دی ہی اسکو تین
ہجوم پارۂ دل سے خبر شکست کی آنکھ

اگر وہ لے دلِ پر اضطراب ہاتھ مین ہاتھ
تو ساتھ جان بھی جاوے عجب ہاتھ مین ہاتھ

نصیب ہو مجھکو بوسہ در تیرے لب تک
ہمیشہ چھنکے یہ جام شراب ہاتھ مین ہاتھ

صدا فرین بجھے تا صدکہ لا یا لکھو اک
ہمارے خط کا تو آنسے جواب ہاتھ مین ہاتھ

مزا تو جب ہو کہ یہ گرم گرم اے مینو ش
دلِ برشتہ کے پہونچین کباب ہاتھ مین ہاتھ

خطا جو کیا مرے دلکی کہ باندہی شبکیز
تمہارا طرّہ پر پیچ و تاب ہاتھ مین ہاتھ

دیکھو

لو ہو گیا ظفر وہ آزردہ تمنی دیکھا
اس نالہ و فغان کی تاثیر کا نمونہ

کوچے میں اپنے دے وہ صنم مجکو گر جگہ
باقی رہی نہ سجدہ سے بہشت بہر جگہ

دل سے نہیں نکلتا کسطرح تیر غم
پکڑی ہے اسنے چارہ گرو سعد جگہ

وہ کون ہے کہ جسکے لئے یہ شعاع مہر
جاروب لیکے جھاڑ رہے ہے قدح سحر جگہ

کہتے ہے باغبان کو چمن میں نہیں ہے
بلبل کے بیٹھنے کے لئے شاخ پر جگہ

آ بیٹھا میرے دل میں خدنگ نگاہ یار
بہتر جو اس سے کوئی نہ آئی نظر جگہ

دیر و حرم میں جاکے اُسے شیخ و برہمن
کیا ڈھونڈتے ہیں وہ تو ہے موجود ہر جگہ

تکیہ بنا کے بیٹھ رہیں ہم فقیر وار
ہاتھ آئے کوئے یار میں گر ہے ظفر جگہ

دل کو الفت ہے جو اُس تیر کی بیکانے سے
نہیں جائیگی اگر جائیگی تو جان کے ساتھ

یوں ہو اُس زلف سے مانوس دل آشفتہ
جیسے ہو انس پریشان کو پریشانی سے

ناخن دست جنوں کی ہے یہی گر تیزی
چاک ہو جائیگا سینہ بھی گریباں کے ساتھ

کفر و دین دونو نسی ہے مذہب عشاق میں
نہ وہ کافر ہے نہ مسلمان کے ساتھ

لیکے درد و غم و داغ کو وہ ساتھ اپنے
آگئے دنیا سے ترے عشق کے سامان کو ساتھ

زلف کو مصحف رخسار سے اپنے مت کر
کہ وہ ہندو اُسے کیا کام ہے قرآن کے ساتھ

برنگ نقش کف پا تمہارے کوچہ مین
ظفر پڑا نہ رہے کیونکہ خاکسار رہے یہ

ہر جگہ ایک نیا رنگ ہے اللہ اللہ
واہ کیا جلوۂ نیرنگ ہے اللہ اللہ

کوئی صورت نہین ایسی کہ پسیجے کافر
دل صنم کا مرے کیا سنگ ہے اللہ اللہ

تیرے دندانِ مسی زیب کی کافر ہر نیم
کیا ہی یہ دہن تنگ ہے اللہ اللہ

تیرے اس میکدہ مین اے بت مست غرور
کچھ عجب رنگ عجب ڈھنگ ہے اللہ اللہ

تنگ اور نام سے مین عشق مین جسکے گذرا
نام ہے میرے اُسے ننگ ہے اللہ اللہ

کیا ترا چہرۂ پر نور ہے سبحان اللہ
کیا ترا گیسوئے شبرنگ ہے اللہ اللہ

لب گلبرگ سے لے تا بزبان ہر خار
سب پہ گلشن مین اک آہنگ ہے اللہ اللہ

برگِ گل بھی تھا گران جنکے تن نازک پر
اُنکی چھاتی پہ فلک سنگ ہے اللہ اللہ

چھوڑ کر اُس بتِ کافر کے ظفر در کا طواف
آپ کو کعبہ کا آہنگ ہے اللہ اللہ

یون ترے رُخ کا لیا مینے مریخان کو
جیسے قرآن کا لبن صاحب ایمان کو

مین وہ محبون ہون کہ رکھتی ہی بیابان مین فضا
پانون کانے ہے مرے خار ہے بیابان کو

منہہ لگا کر جو اُسے تونے کیا ہے گستاخ
لے ہے عارض کا ترے زلف پریشان کو

جاے خوشبو نہ مرے منہہ سے ہو کیونکر خوشبو
گلِ رخسار کا وہ رشک گلستان کو

خدا محفوظ رکھے اُس بتِ کافر کو گیسو سے
بلا وہ ناگ ہو کالا معاذ اللہ معاذ اللہ

نگہ تو دیکھیے تو میلہ نہ کی اک آہ بہانے نے
کئے تو نے ستم کیا کیا معاذ اللہ معاذ اللہ

لگا یا ہاتھ شب مین نے جو اُسکی زلف مشکیں کو
تو وہ برہم ہوا کیسا معاذ اللہ معاذ اللہ

جو سے مقتل عشاق وہ محشر خرام آوے
تو کیا اک حشر ہو برپا معاذ اللہ معاذ اللہ

جو سر گرم طپش میرے دل بیتاب کو دیکھا
تو بجلی بھی گئی تھرا معاذ اللہ معاذ اللہ

قد جانان کو دن تشبیہ کیونکر نخل طوبیٰ سے
کہان وہ قد کہان طوبیٰ معاذ اللہ معاذ اللہ

کیا غارت ہزارونکو ظفر دنیا کی الفت نے
بڑی آفت ہے یہ دنیا معاذ اللہ معاذ اللہ

گران ہے تمکو نزاکت سے پیرہن کا بوجھ
نہ رکھو بازوے نازک پہ نورتن کا بوجھ

ہزار کوہ اگر ہون انہین اٹھا لین ہم
پر اُٹھے ہمسے کسیکے نہ اک سخن کا بوجھ

فلک زمین پہ ابھی گر پڑے جو تہا تم تو
ستون آوے اس گھر کہن کا بوجھ

نہ ڈال بار غم اسے چرخ اُن نحیفون سے
کہ جسکو اٹھہ نہ سکے اپنے ہی بدن کا بوجھ

گران ہو اُس مری گل کو داغ نازک پر
چمن مین نکہت نسرین و یاسمن کا بوجھ

نہ تن سے دور ہو سر جب تلک نہو ہلکا
ستمگر اُس تہی شیدائے خستہ تن کا بوجھ

ہوتی سر پہ یہ گٹھری ظفر گنا ہونکی
بلا سے ہوتا اگر اور لاکھ من کا بوجھ

ہوتا جو نہیں غنچۂ لقمہ شکستہ
شاید ہے یہ میری دلِ پر غم کا نمونہ

ہے ساغرِ جم جہان بین شکستہ
میخانہ ہے اک سلطنتِ جم کا نمونہ

جو عرش سے تا فرش ہے سب اسمیں ہے موجود
ہے اے ظفر انسان یہ عالم کا نمونہ

مرد دیتے ہیں اسی دخوش آئین کا ساتھ
ترک کرتا نہیں دنیا میں، جو دین کا ساتھ

ہیں رفیق اپنے غم و رنج و الم یاس و تعب
ہمکو بھاتا ہے ہمیشہ انہیں تین کا ساتھ

ہے تماشا نگہ یار کہ دل ہے ہمراہ
ورنہ کر سکتا کبھو تر نہیں شامین کا ساتھ

خوشنما اُس لبِ نمکین پہ ہے یوں سبزۂ خط
جیسے رنگین کو خوش آئے ہے نگین کا ساتھ

سینہ کو بی نہ سمجھ اسکو دمِ آہ و فغان
مطربِ خوش نے کہا واہ سو کیا مین کا ساتھ

نہ رہا یار نہ غمخوار نہ مونس نہ رفیق
مگر اک غم نے دیا عاشقِ غمگین کا ساتھ

زلف پر پیچ نہیں عارضِ جانان پہ ظفر
چمنِ حسن مین ہے سنبل و نسرین کا ساتھ

دل کو وہ رنج دی آمین اللہ
اور یہ سب سہے آمین اللہ

کوسا اُس دشمنِ جان نے جو مجھ
دوست کہنے لگے آمین اللہ

تجھسے آنکھین ہے ملاتا آہو
تنکے چپتا پھرے آمین اللہ

آمین آمین ابھی ہو جاے وہان
مہربانی کرے آمین اللہ

سوچتا کیا ہے عشق مین اے دل
جو ہو کرنا تجھے سو جھٹ کر بیٹھ

قصد اُٹھ بہانگنے کا کر نہ ظفر
تو جو وہان بیٹھتا ہے ڈٹ کر بیٹھ

نہین کہین جبکی چشم فتنہ ذاکی پناہ
یہ وہ بلا ہو کہ بس اے صنم خدا کی پناہ

سوائے رنج و غم و یاس چاہ مین اسکی
دلا نہ ڈھونڈھ کسی یار و آشنا کی پناہ

پناہ مانگتا ہے جسکو دیکھکر ہر شخص
غضب ہے تیغ ادا شوخ کج ادا کی پناہ

جفا سے تیرے نہین ڈرتے بادفا ظالم
کہ اُنکے واسطے ہے عشق مین وفا کی پناہ

بھری ہے موج ہوا سا قیا لئے شیشہ
نہین بجز سپر جام اس ہوا کی پناہ

بچے نگاہ سے دل تیری کس طرح ظالم
کہ ہو جہان مین کہان وکے قضا کی پناہ

اگر قبول ہو درگاہ ایزدی مین ظفر
تو دو جہان مین ہے کافی ایک ہی کی پناہ

شکل اسنے ہمین اگر جو دکھائی اللہ
دل مین کیا اُس بت کافر کے سمائی اللہ

ہوگیا مجھسے مکدر وہ مرا آئینہ رُو
دیکھیے ہوتی ہے کسطرح صفائی اللہ

گل مین کیا خار مین کیا نور مین کیا بور مین کیا
اللہ اللہ تیری جلوہ نمائی اللہ

لائی بوکس گل خوبی کی ہے یہ باد صبا
کہتی ہے صل علی ساری خدائی اللہ

روز اُڑاتا ہے وہ سر تیغ ستم تو دو چار
کس سے یہ طرز ستم اُسنے اُڑائی اللہ

اشارہ فہم تیرا کون ہی یہ فہم ہی کسکو — کوئی پہچانتا ہوگا تری چتون ہمین ہین
نپایا دیر و کعبہ مین پتا ہر گز ترے گھر کا — اگر نکلا تو بہر نکلا ترا مسکن ہمین ہین
ہمین سر باز ہین دم دینے والے تیرا بر ہے — تو شمشیر رکھدیگا کوئی گر ون ہمین ہین

ظفر جو زاہدان پاکدامن ہین انکے ہے
کبھی تھے اس سے پہلے یہ بھی دامن ہمین ہین

ترا دیوانہ یہ کیا آہ پہر تکتا ہے — گاہ تکتا ہے دہر گاہ او دہر تکتا ہے
ترے رخسار مصفا کی طرف آئینہ سان — ہو کر حیرت زدہ ہر ایک بشر تکتا ہے
کب گذرتا ہی وہ اس راہگذر سے اپنی — دیر سے راہ کوئی آہ بشر تکتا ہے
غم فرقت سہے یہ حال کہ میر غمخوار — منہہ کو چپکا مرے با دیدۂ تر تکتا ہے
کیا کہین جہانگتے دیکھا تجھے ای پیکر شیر — ایک عالم طرف روزن در تکتا ہے
جبکہ تکتا ہے نشانہ کو کماندار مرا — پہلے میرا ہی وہ دل اور جگر تکتا ہے

کوئی ٹہراتا نہین وصل کی صورت انسے
صورت اک ایک کی ناچار ظفر تکتا ہے

بات انکی جو مری بات پہ اونچی نہوئی — منہہ گریبان مین ڈالا نظر اونچی نہوئی
آہ نے اونچون سے سر بہر لڑتی تہی اے پر شیر — کبھی یہ پردہ کی دیوار اودہر اونچی نہوئی
تیرے تلوار سے ہمنے نہ بچایا سر کو — اے ستمگر کبھی اپنی سپر اونچی نہ ہوئی

جدائی مین ترے ہین دیدۂ تر میرے ساتی
شراب خون دل ہر بیخبر پیا نیکے پیمانے

اڑا دو مرغ دل کو اور پرندونکی لوٹ مچھوٹ
سدا پانی کے پیمانہ سدا دانیکے پیمانے

تری آنکھونکی بیمارونمین شربت کی عوض مین
پئے زہر آپ سی ہر بیخبر کو دا غانیکے پیمانے

دل پُر آبلہ وہ خوشۂ انگور سے میرے
کہ بھرتے آپ سے ہین جسکے ہر انیکے پیمانے

نہین آنیکی جنبک ٹھہ خاک اس بادہ پیما کی
کبھی ساقی نہین میخوار بنوانیکے پیمانے

لے عقیق لب کا ایک قطرہ بھی نہین ساقی
ظفر یہ آسمان ہین یون ہین کہلانیکے پیمانے

آج بوسہ پر لڑائی ہوتے ہوتے رہگئی
میرے اُنکے ہاتھا پائی ہوتے ہوتے رہگئی

شکر ہے وہ مہ گئے ورنہ چلتے رد ٹھکر
وصل مین بار جدائی ہوتے ہوتے رہگئی

آہ وہ آئینہ رو ہمسے مکدر ہی رہا
ہمنے جب چاہی صفائی ہوتے ہوتے رہگئی

وہ ڈبوتے چاہ مین ہوتے اگر ہم آشنا
لیکن اُنسے آشنائی ہوتے ہوتے رہگئی

توڑتا تھا تو تو زنجیر در زندان جنوں
کیا ہوا زور آزمائی ہوتے ہوتے رہگئی

مہربان صیاد ہوکر ہو گیا نامہربان
دام سے ہمکو رہائی ہوتے ہوتے رہگئی

ای ظفر دیکھا بھلائی کا اثر دشمن مین بھی
کی اگر مجھسے برائی ہوتے ہوتے رہگئی

مہا ڈی جا تو آنسو گو کہ پڑے جانکے تو پیچھے
بلا سے عشق مین گر جان جاے آبرو رہوے

انہین فراغ کہان جو ہین طالبِ دنیا | ہمیشہ رہتے ہین دنیا ہی کی طلب مین پھنسے
پھنسا جو رنج مین کوئی کسی سبب سے پھنسا | تمہارے ہاتھ سے ہم رنج بے سبب مین پھنسے
اگر ہے صحن چمن بھی تو ہمکو زندان ہے | کہ ہم ہین الفتِ خوبانِ غنچہ لب مین پھنسے

نہین ہے دام فریب اُسکا کوئی بھی خالی
بلا کشانِ محبت ظفر ہین سب مین پھنسے

ہم نے تم سے بھلائی ایسی کی | تم نے ہم سے بُرائی ایسی کی
ہم نہ بھولے کبھی وفا کی راہ | عشق نے رہنمائی ایسی کی
ظاہر اصاف اور دلمین غبار | کی تو اسنے صفائی ایسی کی
کیسا نا آشنا ہمین سمجھے | آپ نے آشنائی ایسی کی
پھونچا زلفون تلک ترے شانے | کیونکہ پیدا رسائی ایسی کی
کٹ گئے سر ہزارون ایکدم مین | اُسنے تیغ آزمائی ایسی کی
کیونکہ اُس بُت نے تابع فرمان | ہے خدا کی خدائی ایسی کی
کی بگڑ کر کبھی جو بات اُسنے | ہم سے کچھ بن نہ آئی ایسی کی

اک ہمین سے ظفر نہین اُسنے
جس سے کی بیوفائی ایسی کی

طاقت نہین ہجر کی عادت لئے پھرتی ہے | یا صرف مجھے میری ہمت لئے پھرتی ہے

تو نے کیون آنے سے دکا قاصدِ اشک کو
جو خبر دل کی مرے اے دیدۂ تر گم ہوئی

پوچھتو ہو کیا ٹھکانا دل کا بحرِ عشق مین
کشتی اُس یا مین یہ تو خرق ہو کر گم ہوئی

داغِ سوزان جب کہا یا اس ستمگر دل نفضہ نے
دیکھتے ہی تابشِ خورشید محشر گم ہوئی

کر نہ راحت کی تمنا تو کہ تیرے واسطے
وہ تو دنیا ہی سے اے جانِ مضطر گم ہوئی

بل بے ناکامی کہ اس تشنہ گلہ کے حق تک
ہو نچا جسم اُسکا خنجر آب خنجر گم ہوئی

لیگیا دل سے متاعِ صبر کو کون اے مظفر
سچ بتا یہ جنس اب گھر مین سی کیونکر گم ہوئی

تھی ترے دیدہ کی ہر مہ حشر دونی
تجھے دیکھا تو ہوئی اور محبت دونی

مطلع ثانی

ہوتی جاتی ہے اُدھر سے جو محبت دونی
اور بھی ہوتی اُدھر ہی عداوت دونی

مطلع ثالث

چاہے گر کوئی فلک سے کہ ہو محنت دونی
تو یہ ہو وے اُسے دے اور اذیت دونی

میرے داغِ دلِ سوزان کا پڑا جو پرتو
ہو گئی تابش خورشید قیامت دونی

تیری نفو نکو ہوا دیکھ کے سودا دونا
تری آنکھو نکو ہوئی دیکھ کے وحشت دونی

میرے گریہ نے نہ دھویا دلِ ناسی غماز
بلکہ اس سی تو ہوئی اور کدورت دونی

عوض بوسہ مین دل مانگتے تھے جان ہی لو
اتو خوش ہو کہ تمہین ملتی ہے قیمت دونی

عدم کی

عدم کی راہ مین کیونکر کسی کی موج ہاتھ آئے
کہ دان تو نقش و پا تو زرنگان پا نہین جاتے

سبب کیا ہے کہ رہے نے دہان ان خوبرویون کی
ظفر یہ ہمسے اسرار نہان پائے نہین جاتے

بزم مین آکر تمہین چپکے نہ رہنا چاہیے
کچھ نہ کہہ آئی گئی پر منہ سے کہنا چاہیے

اس ستم گر کو دل اپنا تو ہمنے دیدیا
جو کرے ہم پر ستم وہ ہمکو سہنا چاہیے

ہاتھ سے ساقی کے لینا جام ہم شکل نہین
اپنی قسمت چاہیے اور اپنا لہنا چاہیے

ہو پریرو یا نو نہین نخچیر ہو گر دمین طوق
تیرے دیوانے کو زیبا فربہ گہنا چاہیے

چاہتے ہین پاؤنکے تلوے خلش کو خار کی
دشت مین مجنون کو بہر ناپا برہنا چاہیے

چاہ کرتم پھر گئے یا ہم کہو انصاف سے
چاہ مین صاحب کسی دنیا و لہنا چاہیے

حسن اس ہوش کا جسکے شب جمعہ زیور سی دو چند
چاند کیونکر نہ کہے غیرت سی نہ گہنا چاہیے

اے ظفر دل مٹہنا اچہا نہین ہر وقت مین
کنج عجلت مین الگ ہی سب سے رہنا چاہیے

لب تیرے سے زیادہ یاقوت لال کیا ہے
دانتونکے تیرے آگے الماس ال کیا ہے

پر نور ہی جبین بہی مانند ماہ تابان
ابرو ہے وہ خمیدہ شکل ہلال کیا ہے

دیکہے ہے جو تجھکو ہوتا ہے محو حیرت
انکو دیا خدا نے دیکہو جمال کیا ہے

جو دل پہنسے ہے اس مین پہر چھوٹتا نہین وہ
ظالم یہ زلف تیری کیا جانے جال کیا ہے

سخت دل ریکھے زواں کر تو ہیں ہم آشنا کہو
وہ اگر نامہ ہے تو نامہ بر اپنا یہ ہے

کھول سے نہ رکھے اسکا خیال اے غمگسان
کانٹے کسواسطے انچرلے بوتا یہ ہے

شعلۂ دل کو بجھاتا نہیں آب گریہ
بلکہ بھڑکاتا اسے اور بھی دنا یہ ہے

دل کی اپنی مجھے ہے اسلئے خاطر منظور
اگہ تراشیفتہ یہ ہے ترا شیدا یہ ہے

گر کہے کوئی بُرا انکو کہیں وہ نہ بُرا
جو ہیں اچھے ظفر انکے لئے اچھا یہ ہے

آج تیری تیزی شمشیر کہہ کہتی ہے
مجھسے اے قاتل مری تقدیر کچھ کہتی تو ہے

سن لو جو ہی خانہ زنداں میں دیوانگاں
کرکے برپا غل سدا زنجیر کچھ کہتی تو ہے

تو خدا جانے پری پیکر ہے یا مشکل حور
تجکو خلق اے عالم تصویر کچھ کہتی تو ہے

ہو نہوں میں اثر تیرے اگر اے سنگدل
حال میرا ہے بے تاثیر کچھ کہتی تو ہے

اے ظفر وہ بے خبر سن لیگا سب تیری خبر
مخبرون کی آج یہ تقریر کچھ کہتی تو ہے

نہ ہم راہِ وفا ہوئے نہ تم طرز ستم چوکے
جو اپنی بات تھی اس سے نہ تم چوکے نہ ہم چوکے

جو مضمون چاہئے تہا خط میں لکھنا ہمارا کاصہ
کیا ہی ہے قلم انداز دہی یک قلم چوکے

گئے دیر و حرم کو چھوڑ کر جو آستاں تیرا
مرے نزدیک یہ شیخ و برہمن بے صنم چوکے

اپنی دم شماری تھی اسیکے دم سے کوئی دم
چلا جسدم وہ عیسیٰ دم اٹھا ہم بھی چوکے

وعدۂ وصل کسی سے ہی ظفر آج اُسکا
وہ جو جاتے ہین شتاب آنی شتابی یہ ہے

دل ہے سرگرم فغان چشم ہے گریان رہتی
عین گرمی مین ہمیان فصل باران رہتی

ایک وحشی بھی جنون ہاتھ سے تیرے باقی
جیب سے میرے نہین تا سر دامان رہتی

وہ اٹھا دیتا جو اپنے رخ روشن سے نقاب
روشنی کیا تری اے مہر درخشان رہتی

ہاتھ دامن تلک اُسکے نہین پہونچا میرا
مجھسے ناحق ہی اجل دست و گریبان رہتی

ہمکو درکار زمستان مین ہی کیا آتشدان
گھر مین ہو گرمیِ آہ دل سوزان رہتی

حال میرا غم ہجران مین اگر دیکھے یار
سب کی انگشت تحیر ہو دندان رہتی

جب وہ کہتے ہین کہ رہتے نہین ہم جاؤ نہین
سنتے ہی یہ قالب مین نہین جان رہتی

تیرا اُس کا مرے سینہ مین رہا خوب ہوا
ورنہ اس دل مین ظفر حسرت پیکان رہتی

چین کیسے تے ہین وہان عیش مین یہ رین بیچا
ہم یہان لوٹتے ہین خاک پہ بیچین پڑے

خاک ہو جائین رہِ مہر و وفا مین یکسین
ہم رہین اُسکے ہمیشہ تہِ نعلین پڑے

کیونکہ اُس چشم کا آجاے تصور نہ ہمین
جبکہ حرفون مین نظر اپنی سرین پڑے

دیندار اسکی محبت مین ہین جہان کیونکہ ندین
کیا کرین جبکہ ادا کرنا ہمین دین پڑے

تپ غم کم نہو تبدیسے اپنی اسمین
خواہ اب خرقہ پڑے خواہ خیارین پڑے

جب حور وشون کے کوچہ سے نسیم آتی
ہر جھونکے مین ہے بوے گلہاے نعیم آتی

کسطرح چمن مین ہو سنبل نہ پسند اپنے
اسمین سے کسیکی ہے کاکل کی شمیم آتی

یہ عشق کی دولت ہے جو چشم مین آنسو کی
ہر بوند نظر مجکو ہے دُرِّ یتیم آتی

گزار و نزار اسکی الفت مین نہوتا مین
کیون جان مری لب پر بہ ہاے سقیم آتی

نا فہم کوئی سمجھے کیا رمز محبت کو
یہ فہم مین ہے کسکے جز مرد فہیم آتی

یاد اسکی مرے دم مین گر آئے تو مین اسکو
کسطرح نہ آنید وں ہے یہ تو قدیم آتی

یہ چہرۂ زرد اور یہ آنسو مجھے کافی ہین
کچھ لین ہے سیر حرص رد سیم آتی

ناصح ہے علاج ایدل آزار محبت کا
کچھ کام نہین اسمین تدبیر حکیم آتی

مژگان کا خیال اسکے دلمین مرے آتا ہے
اسطرح ظفر جیسے ہو فوج غنیم آتی

اے وحدت کی ہمکو مستی ہے
بُت پرستی خدا پرستی ہے

یون ٹپکتے ہین اشک مژگان سے
جیسے کوئی گھٹا برستی ہے

دل کو ہم بیچتے ہین بوسہ پر
اسکو لے لیجے جنس سستی ہے

مثل فوارہ سر بلند نہ کر
کہ بلندی کے ساتھ پستی ہے

نہین ہنستا ہے کھل کھلا کر گل
اُسکی ہستی یہ سب پہ ہنستی ہے

رنج و غم کو خدا رکھے آباد
خانۂ دل مین ایسی بستی ہے

اُسکو نہ کچھ جنبۂ تم سے کہا چاہئے
چشمِ عنایت مجھ پہ پہلے چشم نمائی واجب ہے

دلمین کدورت میرے بطرف ہے دیکھ نہ رکھائی امینہ رو
مین ہون صاف تجھ سے بھی تجھسے صفائی واجب ہے

ایک جگہ پر رہنا سنا بات نہ کرنی الف سے
لطف ہے اس مل بیٹھنے مین بلکہ جدائی واجب ہے

میٹھی چھری ہین باتین تمھاری جھوٹ نہین اللہ سچ
جانتی کرنا نسو خدا سے ہماری خدائی واجب ہے

گالی جھڑکی سب ہے گوارا منھ سے تمھارے تم نہ رکو
کہنا اسکا جو حق و ناحق مجھمین آئی واجب ہے

پھر تو راہ عقل مین ہین ہم بھٹکے بھٹکو مدت سے
حضرتِ عشق اب تمکو ہماری راہنمائی واجب ہے

ہے یہ نسخہ خوب ظفر کام آئیگا اسکو یاد رکھو
کوئی برائی لاکھ کرے پر تمکو بھلائی واجب ہے

۱۱۹

کسی تدبیر سے تقدیر پھر جانی نہین جاتی
مگر تقدیر سے تدبیر پھر جانی نہین جاتی

خطِ آسی کس سے لکھوا کر ہمین بھیجا ہے اے قاصد
بتا دے ہم سے یہ تحریر پہچانی نہین جاتی

ہوا دل اسمین پابند بلا پر یہ خدا جانے
کہ ہے وہ زلف یا زنجیر پہچانی نہین جاتی

بتا مینگے ہمین جوہر ہین جو اس تیغ ابرو مین
مبصّر بن کبھی شمشیر پہچانی نہین جاتی

نکر یہ نشان فکرِ عمارت تو کہ دون مین
یہان تو ٹوٹ کر تعمیر پہچانی نہین جاتی

رخِ نو خط کو مین ہون دیکھکر حیران کہ کیسے
لکھی قرآن کی تفسیر پہچانی نہین جاتی

جدائی سے ترے دو دن مین ایسی ہو گئی صورت
کہ شکلِ عاشقِ دلگیر پہچانی نہین جاتی

شرف یہ خاک کو میرے دیا ہے خاکسار ی نے
کہ ہے وہ خاک یا اکسیر پہچانی نہین جاتی

تصویر دیکھ ہی کر تقاش حیرتے کھینچی
یں دیکھ اسکی صورت دل پر ہمیں نے کھینچی

یارب ارادہ کسکے شبخون کا ہی جوش کو
شمشیر کہکشاں کی چرخ بریں نے کھینچی

بھر آئے اشک دو ہیں آنکھو نمیں ہمدمو نکے
جب آہ دل سے تیری اندر دگمیں نے کھینچی

ہوکر مقابل اسکے رخسار سے فلک پر
شب کو بہت خجالت ماہ مبیں نے کھینچی

تھا جسطرف لگاؤ کچھ اپنے دیکھنے کا
دیوار اسطرف کو پردہ نشیں نے کھینچی

تھی میری تشنہ خون دیوار اسطرف کی
جسوقت بوند پکی دو ہیں یمیں نے کھینچی

صدمے ظفر اٹھائے کیا دل نے عاشقی میں
تکلیف سا تھ دل کے جان حزیں نے کھینچی

ان دونوں بزرگوں کو جو خوب ہم کو سمجھے
وہ کیا یہاں کسی کی تیغ دودم کو سمجھے

مطلع ثانی

حق ہی دہی کہ ہم ہیں جو اس صنم کو سمجھے
گو اسپہ ہر مسلمان کافر ہی ہم کو سمجھے

جو تن مراکھوں سے باغ دہار دیکھے
باغ خزان رسیدہ باغ ارم کو سمجھے

شکوہ کروں نہ عاشق کچھ چشم پر غضب کا
عین عنایت اسکی ظلم وستم کو سمجھے

طی منزل محبت کرتے ہیں پیکے انسو
اس راہ میں ہیں چشم ہم نم کو سمجھے

کوئی رفیق و مونس ہمکو نظر نہ آیا
ہمدم جہاں میں اپنا ہم اپنے دم کو سمجھے

عاشق کو ہیں مساوی دنیا میں رنج و راحت
نے وہ خوشی کو جانے نے غم کو سمجھے

ظفر مارِ مژگان مین کیا آنسوؤن نے
پروئے ہین دُرِ خوش آب اچھے اچھے

آئے جب اس خاکدان مین گردشِ فلاک سے — خاک ہمسر ہوگئی اور ہنگئے ہم خاک سے
ہوگئے دیوانے کس گلگون قبا کو دیکھکر — گل نظر آتے ہین گلشن مین گریبان چاک سے
لکھائی ہے اس صیدِ لفت کے نصیبون کی قسم — ذبح ہوکر جو بندھے ظالم تری فتراک سے
ایک ان دھویا نہین جاتا تری دل کا غبار — روز یہ جاتی ہین دریا دیدۂ نمناک سے
خواب مین اک گلبدن کو جو لگایا تھا گلے — اب تلک آتی ہے بوے گل مری پوشاک سے
آنسو ٹپکے ہین پارہ دل ہین کہ ہین لختِ جگر — چشم دریا بار مین چھوٹے مگر تیراک سے

تاب کیا ہے تاب ہو برقی ظفر دستِ عتاب
تاب شمشیر نگاہِ قاتلِ سفاک سے

خط اپنے آدمی نہین گر لیکے اڑ گئے — تو کیا فرشتے پیامی کی خبر لیکے اڑ گئے
اشکون سے میری کوچۂ جانان مین جا نہ — دانے کی جاے مُنھ مین گہر لیکے اڑ گئے
ہم اس چمن مین ٹھہرے تو کیا شاملِ نگ گل — دم کوئی دم نسیم سحر لیکے اڑ گئے
پروانے خاک ہوکے اڑے سوز عشق سے — پر وہ سلامت اپنے نہ پر لیکے اڑ گئے
اللہ رے تیرا حسن کہ پر یہ کے بھی حواس — تیری بلا مین رشک قمر لیکے اڑ گئے
ڈھونڈھون کہان مین تجھے مجکو مرغ خیال — کیا جانین ہین کدھر کدھر لیکے اڑ گئے

اے ظفر جسطرح تو سرباز جاتا ہے نڈر
اسطرح کوچہ مین اُس قاتل کے جاتا کون ہے

جو اُسنے چاہا نہ میرا برا بری تو نہ کی
بھلی نہ کی تو نہ کی پر بھلا بُری تو نہ کی

نہو نصیب مین صحت تو کیونکہ ہو صحت
مگر طبیب نے میری دوا بُری تو نہ کی

الٰہی کیون ہے بُرا اُسنے مجھکو ٹھہرایا
بُرا جو اُسکو مین نے کہا بری تو نہ کی

بروز کی جان کو رو رو کے عشق مین ہمنے
بلا سے تجھپہ جو کی جان فدا بری تو نہ کی

مجھے یہی ہے غنیمت کہ مجھسے کوئی بات
جو تو نے کی کبھی اخویش دا بری تو نہ کی

کرے ہے ظلم و ستم کیون وہ بیوفا ہمپر
کہ اُس سے ہمنے اگر کی وفا بُری تو نہ کی

بتون نے کی جو بھلی ہمسے وہ بھلی ہی سہی
پر اُسنے جینے بھی شکر خدا بری تو نہ کی

کہ وہ مجھسے بُرائی تو کیون بُرا مانون
اگر بری کو بُری دی سزا بری تو نہ کی

ظفر بھلائی مین دی اسکی تو نے جان نہی
صد آفرین تجھہ صد مرحبا بری تو نہ کی

یا آئے جل یا صنم عربدہ جو آئے
ایسا نہو یارب کہ نہ یہ آئے نہ وہ آئے

وہ پاک نظر یار تجھے دیکھنے کو آئے
جو چشم کو آب گہر اشک سے دھو آئے

دل صاف ہو جسکا وہ چھپائے نہ کبھی راز
مُنھہ پر کہے دل مین صفت آئنہ جو آئے

پھر نام نہ لے مدرسہ مین جانیکا ملا
یکبار مری ساتھ جو مینخانہ مین ہو آئے

وہ اور ہین جو عشق کا دم بھر کے رہ گئے
ہمنے تو جسدم آہ بھری مر کے رہ گئے

تھا قصد یہ کہین گے کچھ اُنسے ہم اپنا حال
دیکھا جو اُنکو چین بجبین ڈر کے رہ گئے

یہ حال ضعف سے ہو کہ مانند نقش پا
جس جا پہ ہمنے پاؤن دھرا دھر کو رہ گئے

دیکھا جو اسکا جلوہ تو حیرت سے رات کو
دیدے کھلے ہوے مہ و اختر کے رہ گئے

ایک شب ہا بغل مین تو دل کے دل ہی مین
ارمان تیرے عاشق مضطر کے رہ گئے

اُئے وہ جب کہ کہ نہ سکے کچھ بھی انسے ہم
حسرت سے اک نگاہ فقط کر کے رہ گئے

کتنے ہی طائر دل و جان پھنس کے اے ظفر
پھندے مین اُسکی زلف معنبر کے رہ گئے

جو ہمسے ہو تم صنم اُکھڑے اُکھڑے
تو بولونہ یون دمبدم اُکھڑے اُکھڑے

ہوا ہمکو معلوم ہے وہ نشے مین
جو پڑتے ہین اُسکے قدم اُکھڑے اُکھڑے

نظر آئے اُس سرو قامت کے آگے
نہالان باغ ارم اُکھڑے اُکھڑے

ترے رنج و دوری مین ظالم ہمیشہ
رہا ہمسے دل سے ہم اُکھڑے اُکھڑے

رفیقان راہ محبت کے اپنے
ابھی سہی ہین سینہ مین دم اُکھڑے اُکھڑے

پڑی ہین اُن آنکھونکی گردش سے دیکھو
جہان نا ے دیر و حرم اُکھڑے اُکھڑے

طبیعت ہوئی اُکھڑی اُکھڑی ہموئی ہے
نکلتین حرف وہ یک قلم اُکھڑے اُکھڑے

مرے آگے اب بوالہوس جم سکے کیا
جہان پاؤن اے پرستم اُکھڑے اُکھڑے

دو ہی اچھا ہو کہ جو سمجھے کسیکو نہ بُرا
بلکہ گر کوئی بُرائی بھی ہو تو اچھا سمجھے

مرگ کو جانتا ہے زندگی اپنی عاشق
ملک الموت جو آئے تو مسیحا سمجھے

اے ظفر اور گئی دُنیا سے محبت بالکل
آدمی دوست کو اسوقت مین عنقا سمجھے

کبھی غیرون کی سی تمنے کبھی میری کہی
کوئی اُنکی سی کہی اور کوئی میری کہی

اسکے کہنے پہ نجا دیکھہ کہ جسنے تجھہ سے
بھی تیری سی کہی تھی ابھی میری کہی

کیسا ہی دوست تھا وہ تم ہو کہ دشمن اُسکے
آپکے سامنے جسنے ذری میری سی کہی

شکر صد شکر کہ جو بات کہی تھی مین نے
آکر اور روبرو بھی اُسنے وہی میری کہی

روز تم کہتے تھے اپنی سی خدا جانے کہ آج
جیمین کیا آیا کہ تم نے اجی میری کہی

کہتے تھے حضرت دل اور تو سب انکی سہی
لیکن افسوس نہ کچھ تمنے بھی میری کہی

اُسکے کہنے کا ہون قائل ظفر اُسنے جسنے
کچھ کہی یا کسی سے کہی میری سی کہی

تجھہ سے دل کو اپنے لگایا جو کچھہ ہو تو ہی ہے
تجلو ہمنے اپنا پایا جو کچھہ ہو سو تو ہی ہے

ایک تجھی کو جانتے ہین ہم اور کسی سے ہم نہین محرم
کون ہے اپنا کون پرایا جو کچھہ ہو سو تو ہی ہے

جرخ برین سے لیکے زمین تک اور زمین سے جرخ برین تک
دیکھا جہانمین جہان تک نظر آیا جو کچھہ ہو سو تو ہی ہے

ماہ کو بھی اور اختر کو بھی لعل کو بھی اور گوہر کو
مسکے تو نے ہی چمکایا جو کچھہ ہے سو تو ہی ہے

ممکن ہی نہین بستر آرام پہ مجکو
آرام تری یاد بر و دوش مین آئے

دکھلائی نہ صورت مجھو کان ملاست
آواز تو اب اسکی سر گوش مین آئے

گنجایش اشک اپنی ظفر کیا ہو فلک مین
یہ دانے کب اس چھوٹے سے سر پوش مین آئے

وہ ہر طرف دکھا رہی اپنی نمود ہے
جانی مری نگہ نہین کا ہل وجود ہے

سودا اُسید کا خوب ہے بازار عشق مین
جسنے سمجھ لیا کہ ضرر ہی سود ہے

غنچہ جو ہے مثال دہان گل برنگ گوش
اسمین کچھ تو ہو ہی گفت و شنود ہے

دشمن ہم اپنی جان کے ہین بہ عشق مین
نے ہو کوئی عدو نہ ہمارا حسود ہے

کیونکہ چھپاؤن سوز محبت کہ چرخ تک
ساتھ آہ کے گیا جگر دل کا دود ہے

اللہ ری ناز کی کہ وہ رخسار لالہ گون
صدمے سے اک نگاہ کی ہوتا کبود ہے

ہی کس صنم کی تجکو ظفر خواہش وداد
ہر دم جو تیرا ورد زبان یا ودود ہے

جسنے بنایا ہی ہمین ہمکو قسم اسی کی ہے
اپنو خمیر خاک مین خاک قدم اسی کی ہے

ہین جو یہ زخم کار گر سینہ مین دل کے تا جگہ
کر گئی کاٹ اسقدر تیغ ستم اسی کی ہے

جسکو ہی شعلہ خو تری شمع کیطرح لو لگی
سوز شش اُسیکی دلمین ہے چشم مین نم اسی کی ہے

کہتے ہین جسکو دل ہی اصل ہے خانۂ خدا
نقل سب عمارت دیر و حرم اُسکی ہے

ترے خنجر کمان بھی ظالم ہو گئی ہین مجھسے برگشتہ
فقط ابرو ہی تیری کیا نظر خمدسی آتی ہے

قطعہ

ہم انکے گھر مین جائین اور انکے پاس کیا بیٹھین
نہ غازی ہمین آتی ہے نہ جاسوسی آتی ہے

گئے ہرا ای ظفر دان تو انھین لوگونکا ہوتا ہے
کہ جنکو چاپلوسی اور کانا پھوسی آتی ہے

مرحبا فرحت مری تیری شرارت بنگئی
آتش و فرخ بہار باغ جنت بنگئی

دیکھو صحبت کا اثر مجنون جو بیٹھا میرے پاس
میری اسکی دو ہی دنمین ایک صورت بنگئی

جب نظر آئی تو نمین ہمکو صورت یار کی
بت پرستی واسطے اپنے عبادت بنگئی

ترک کی ای بیوفا مین نے تیری دوستی
گرچہ اب میری دشمن ایک خلقت بنگئی

یون تصور مین تصور نے بنائین سیکڑون
پر تری تصویر خوش قامت قیامت بنگئی

باتون باتون مین مگر بیٹھا جو ہے تو کبھی
جان ہی پر اپنی پھر ای ہمدرد بنگئی

ہم نہ تھے آگاہ رستے سے محبت کے ظفر
رہنما اس راہ مین پر اپنی قسمت بنگئی

اشک آنکھون مین دم گریہ جو بھر کر بیٹھے
بیٹھے دریا وہ کیا بلکہ سمندر بیٹھے

ہو گئی بالکل مریضان محبت کو شفا
وہ جو تیری آستان کے دھوکے پتھر بیٹھے

خشک ہوتی ہی نہین ہرگز مری زخم جگر
ای ستمگر اس قدر یہ آب خنجر پی گئے

دکھائی اپنی چشم مست نے جب اپنی کیفیت
نگہ پھر سے ہرگز بند اپنی آنکھ ساغر نے

اگر بادہ نہیں تو جھار عناق سے دیکھو
چھپا رکھی ہے تاثیر عشق کی سینہ میں پتھر نے

ترے رشک قدر عنابی جب تمشا کو کاٹا
چمن میں کام آرہ کا کیا قمری کی شمشیر نے

ظفر سیر اب ہو کیونکر نہ سارا صحن گلشن میں
کیا ہے چشمہ جاری فیض کا اشک دیدہ تر نے

پسند اسکو اگر ہو بے نیازی حد سے بیحد ہے
ولیکن اسپہ بھی بندہ نوازی حد سے بیحد ہے

بھا جاتا ہوں سر پاؤں تک گل کھلکے اشکو نمیں
ہر رنگ شمع میری جانگدازی حد سے بیحد ہے

بھلائی ہو فلک نے کچھ عجب شطرنج عالم میں
کہ اس کجبازی کی جو یکہ بازی حد سے بیحد ہے

سر منصور سولی پر یہ کہتا تھا جو حق پوچھو
تو عاشق کیلیے یہ سرفرازی حد سے بیحد ہے

الٰہی خیر ہو مفتون ہوا دل چشم پر اسکی
کہ جسکے غمزہ میں جادو طرازی حد سے بیحد ہے

ہر فرہاد مجنون اپنے اپنے عشق کی حد پر
مگر عاشق کی تیرے عشقبازی حد سے بیحد ہے

دم مرگ مرے کیا جانے آئے یا نہ آئے تو
کہ دم بازی تری اور حیلہ سازی حد سے بیحد ہے

سحر سے شام تک اک گھڑی رہے من قیامت کا
کہاں میں شب غم کی درازی حد سے بیحد ہے

جو رکھو امتیاز اپنی بجا و اسکی محفل میں
کہ دان تو اے ظفر بے امتیازی حد سے بیحد ہے

ہو کس سے خفا رنجش کا باعث سیر جان کیا ہے
طبیعت کیوں ہے رنجیدہ نصیب دشمنان کیا ہے

وفا کا نام ہین جو تیرے روبرو لیتے
وہ جھک کے پہلے ہمارے قدم ہین چھو لیتے

بناتے تیری ہی مژگان کو نیشتر فصاد
جو تیری زلف کی سودا زدہ لہو لیتے

قریب مصحف رخ ترعرق سے ہین گیسو
کہ ہاتھ مین نہین قرآن بے وضو لیتے

جو لیتے مہر ہم اپنے پے بصارت چشم
تو خاکپا تری یا تیری خاک کو لیتے

ہمارا جام سے کیا کام چلتا اے ساقی
کہ جب تلک نہ کوئی ہم خم و سبو لیتے

تکرتا ہمسے جو اغماض تیرا غمزہ چشم
اجل کا سر پہ نہ احسان ہم سبھو لیتے

کرون مین آہ و فغان کیونکہ سامنے انکے
کہ ہین وہ پہلے ہی میرا دماغ لو لیتے

جلا جلا کے رلاتی ہین شمع سان مجھکو
وہ اپنی بزم مین ہین میری آبرو لیتے

جہان مین کوئی نہین لیتا اپنے واسطے غم
ظفر یہ ایک ہین ہین یہ آرزو لیتے

وفور اشک سے جو دیدۂ تر مین تلاطم ہے
کہان ہنگام طوفان وہ سمندر مین تلاطم ہے

تری بسمل کی بیتابی مین وہ تاثیر ہے قاتل
کہ تڑپا تا ابھی اک آب خنجر مین تلاطم ہے

محبت ہے وہ دریا جوش مین آجاے جسدم
ڈبو دیتا جہانکو اسکا دم بھر مین تلاطم ہے

دُر دندان پیارے پردہ کی موج تبسم سے
یہ عالم ہے کہ گویا آب گوہر مین تلاطم ہے

جب آئینہ مین دیکھو ہو وہ اپنی چین پیشانی
تو پڑ جاتا وہین اک موج جوہر مین تلاطم ہے

جھلکتا بادۂ گلرنگ کا خالی نہین ساقی
پڑا مستی سے اُن آنکھون کے ساغر مین تلاطم ہے

سخت جانی سے میرا ٹوٹ پڑی شاخ اُمید
پھل جو قاتل تری شمشیر جفا کا ٹوٹے

وہان یقین بات کا کیونکر ہو کہ رہین سو بار
عہد و پیمان جہاں اہل دغا کا ٹوٹے

پیرہن چاک کرے باغ مین ہر گل اپنا
کبھی ہنستے مین جو بند اسکی قبا کا ٹوٹے

اپنے عشاق کی لازم ہے تمھین دلداری
کہین ایسا نہ دل اہل وفا کا ٹوٹے

اے ظفر مین ہون وہ آوارہ کہ جسکے ہمراہ
دو قدم چلتے ہین دم باد صبا کا ٹوٹے

آتش عشق جو سینہ مین مرے تیز رہی
آہ گرشعلہ نشان گاہ شرر ریز رہی

جس ستمگر کے ستم کون اُٹھا سکتا ہے
جان کیا جائے مری کیونکہ ہے انگیز رہی

عوض ساغر مے ساقی گلفام بغیر
چشم تر خون جگر سے مری لبریز رہی

گرد دل مین ہمیشہ مری مانند کمند
اے ستمگار تری زلف دلاویز رہی

کیونکہ بیمار محبت کی ہو امید شفا
نہ دوا ہی رہی نے طاقت پرہیز رہی

کی اجل نے جو یہان آنے مین اتنی تاخیر
منتظر کیا تری اے قاتل خونریز رہی

اے ظفر حق مین ہمیشہ مری چشم جانان
فتنہ انگیز رہی اور بلا خیز رہی

نہین ملتے کسی مین اُسے دیکھ لو بھی مین ہے
سہا و ماہ پہ کیا چشم مین اگر ہو نور

کہ یکے عرش سے تا فرش وہ سبھی مین ہے
تو اُسکا جلوہ رو و نکو سبھی مین ہے

کسی کو قتل کیا تو نے بھی ابھی قاتل
بھری تھی دل میں ہمارے جو تیری حسرت دل

لہو میں ہو تری تیغ دو دم بھری ہے
وہ اپنی ساتھ گئی تا عدم بھری ہے

پڑھا نہ حرف کتابوں کی ہے ظفر گٹھری
رہی سرہانے دھری یکقلم بھری کی بھری

ہم شب جو انکی در کے رہو آڑ میں پڑے
دربان ہمارے واسطے کھڑکا ڑ میں پڑے

دل جلگیا ہمارا جگر بھن گیا تمام
الفت تمھاری شعلہ رخو بھاڑ میں پڑے

جاؤ کہان ہو چھپکے لیا ہمنے تمکو تاڑ
مدت سے یان ہین ہم بھی اسی تاڑ میں پڑے

دیوانی تیری نکلی جدھر ہو کے دشت مین
دامن کے ٹکڑی رہگئی ہر جھاڑ میں پڑے

بیخود دل اکا شعلہ چڑھا بام چرخ پر
شہتیر آہ و نالہ کے جب پاڑ میں پڑے

اس سخت جان و اپنت لگی پیسنے اجل
دندانے اسکی تیغ کے چوپاڑ میں پڑے

فرہاد و قیس کی ہین جہان و فن ہڈیان
مٹی ہماری بھی اسی ہڑوا ڑ میں پڑے

شب کو شراب خانہ مین مینھ تو پڑا کیا
اور مست اینڈتے رہو چھاڑ میں پڑے

لوٹا دل اُن نگاہون نے مژگان کو کر شریک
جو چور ہلکے ای ظفر اس دھاڑ میں پڑے

اپنے پہلو مین جو دی آپنے تمکو جا
نرہی خدمت عالی مین ہمین حرف کو جا

یار کے رو کتابی پہ لب لعلین ہے
خوب موقع یہ ملی سرخی شنگرف کو جا

اے ظفر جویان کریم الطبع مہمان دوستین
اپنے کھانیکا مزا کب اکیلے خود ضیف آئے ہے

بلاسے جام فلک اشتباہ ہو گر جاے
اگر نکو ئی کسیکی نگاہ سے گر جاے

نہ کر تو شانہ کو ہر تار مین ہین سو سو دل
کوئی نہ دل تری زلف سیاہ سے گر جاے

گمان ہو ٹوٹا ہی تارا اگر کبھی شب کو
عرق کی بوند رخ رشکماہ سے گر جاے

اگر ہو کوہ بھی ہو جاے جل کے خاکستہ
جو برق سوختہ جانونکی آہ سے گر جاے

چڑھاے مہر اُسے سر پہ شل تار شعاع
جو تار زر تر ی زرین کلاہ سے گر جاے

جو قصد مہر کرے میری محضر خون پر
تو مہر ہو کہین دست گواہ سے گر جاے

گرا ہے چاہ زنخدان مین کون دل اپنا
مگر وہ آپ ظفر اپنی چاہ سے گر جاے

فقط کیا پانس رنگ و نام مین سیکھے ہوئے بھولے
کہ ہو تو عشق مین سب کام مین سیکھے ہوئے بھولے

بھولائے ہوش ایسے تیری چشم مست نے فی
بنائے کاسہ گرداب جام مے سیکھے ہوئے بھولے

جہین مین ہم سیکھے تھے جو کچھ انداز دلنیکے
وہ اکثر صید زیر دام مین سیکھے ہوئے بھولے

محبت نے بتونکی جنکو کافر کر دیا بالکل
وہ سب سم درہ اسلام مین سیکھے ہوئے بھولے

سکھائے کیا کوئی شیوے انھین مہر و محبت کے
کہ وہ تو ادا ہی کام مین سیکھے ہوئے بھولے

وظیفہ ہو ہمارا جسے ذکر زلف و رخ تیرا
ہم اپنا ورد صبح و شام مین سیکھے ہوئے بھولے

ہر ایک بات پہ ہوتے ہو تم غضب برہم
تمھین ندیتے تھے دل ہم اسی غضب کے لیے

ہنسے جمن مین صبا گل جو سامنے اسکے
تو گو شمال مناسب ہے بے ادب کے لیے

سوا ترے لب جانبخش کے نہین کوئی
علاج اس تن بیمار جان بلب کے لیے

ند یکھا اُسکے رُخ صاف کے مقابل ایک
ہزارون آئینے ہین گو ظفر طلب کے لیے

وہ کہتے ہین بھلے ہین ہم بھلائی تو نہ کی
یہ سچ ہے ہان بُرے ہم ہین بُرائی تو نہ کی

ہوی سب ہمزہ تجھ سے پیدائی جبہ و خاتجھ مین
مگر تیری گوارا بیوفائی کی تو نہ کی

نہو وہ دوست اس بت کے کہ موتی خلق کیون دشمن
عدو اپنی اگر ساری خدائی کی تو نہ کی

خرابا تی و صوفی دونون قائل ہو گئے اپنے
جو رندی کی تو نہ کی پارسائی کی تو نہ کی

تمھین کیا گر جہ رونے پر ہمارے لوگ ہنستے ہین
کہ اپنی ناصحو یہ جگ ہنسائی کی تو نہ کی

کسیلے بھی نہین ہمکو دیوایا آپ ہم ڈوبے
کہ تجھ سے بحر خوبی آشنائی کی تو نہ کی

نہ دیکھو آئنہ کو تم صفا کیا خاک ہے اسمین
ہمارا دل صفا دیکھو صفائی کی تو نہ کی

کہان زلفون نے اُنکے منھ پہ تم ہو کج ادا بیشک
مگر ظاہر تمھاری کج ادائی کی تو نہ کی

جو کچھ جا با کیے تھے اُنکے دست و پا خجالستہ
ظفر موقع پر اُن سے ہاتھ پائی کی تو نہ کی

مجال کسکی تمھاری جانب کرے جو کوئی نگاہ اونچی
بندھی ہے جلمین بھی آ کے عزرائیل کے خنجر کی خواہ اونچی

تو سُنے حال مرا کیا کہ مری جانب سے
غیر ہین کان ترے کان ملاحت بھرتے

پوچھو آنسو نہ تم اے ناصح مشفق میرے
انکو دامن کو ہین کیون خون سے حضرت بھرتے

بھر دو کے چارہ گرو دلکی جراحت مین نمک
انمین ہو پیکے کیون نشتر جراحت بھرتے

جنکے دلمین ہو ظفر قامتِ دلدار کی یاد
دل سے آہین وہ رہین تا بہ قیامت بھرتے

جو تیری یاد جلوۂ قامت مین سو گئے
گویا وہ عرصہ گاہ قیامت مین سو گئے

اُن غافلون نے دیکھا تماشا جہان کا کیا
جو مست ہو کے نشۂ غفلت مین سو گئے

جو تیرے انتظار مین جاگے تمام عمر
حیران ہو کے طرح سے وہ تربت مین سو گئے

ہو خواب ہونا خواب مین بھی دیکھتے نہین
بخت اپنے ایسے تیری محبت مین سو گئے

جس روز دیکھی یہ تری چشم سیاہ مست
شب زندہ دار عین عبادت مین سو گئے

ہم سوتے زیر خاک نہ آرام سے مگر
جاگے بہت تھے رنج و مصیبت مین سو گئے

جتنے جگائے فتنۂ خوابیدہ حرص نے
سب کے سب گنج قناعت مین سو گئے

سہلا تلوے پاؤن کے کانٹون نے اسطرح
مجنون کے پاؤن وادیٔ وحشت مین سو گئے

خواب عدم سے چونکے تھے مشتاق ہم ترے
دیکھا نہ تجکو اور اسی حسرت مین سو گئے

کرتے ہین بعضے لوگ جو انکار روز حشر
کہا نالہ کش تری شب فرقت مین سو گئے

سوئی ہزار فتنے قیامت کے اے ظفر
اہل دول جو نشۂ دولت مین سو گئے

ہے پیاسا تری آب دم خنجر کا اے قاتل
کوئی سیراب گر آب بقا سے ہووے کیسا ہی

اٹھاؤ ہاتھ کب تیرا جفا کش تیری الفت سے
اگر چہ تنگ ہ تیری جفا سے ہووے کیسا ہی

تری بیمار کو دار الشفا ہووے ترا اگر چہ
اگر مایوس ہ اپنی شفا سے ہووے کیسا ہی

ہے محتاج کب اکسیر خاکیا کا وہ تیرے
کسی کا دل غنی گر کیمیا سے ہووے کیسا ہی

کشش دل کی وہ آفت ہے کہ مجکو کھینچ ہی لائے
کشیدہ تو گر اپنے مبتلا سے ہووے کیسا ہی

نچھوڑ تو خاکسار اُسکا ظفر در زمیہار اُسکا
پریشان گر غبار اُسکا ہوا سے ہووے کیسا ہی

مجنوں کو جنگلو نمین اُجاڑو نمین ڈھونڈیے
اور کوہکن کو جاکے پہاڑو نمین ڈھونڈیے

کیونکر بنے گی ہمسے بگڑتے ہو دمبدم
باتین بناؤ کی نہ بگاڑو نمین ڈھونڈیے

گر سوز غم کہین ہے تو عاشق کے دلمین ہے
یہ آگ وہ نہین جسے بھاڑو نمین ڈھونڈیے

خط پر زری پر زری ہو کے مراجا بیگا کہان
دیوار و در کے اوپر دراڑو نمین ڈھونڈیے

دریا کی سیر کیجیے ان آنکھو نمین آنکر
ہی بہاں ہے وہ لطف نواڑو نمین ڈھونڈیے

یارو نکی کیجیے کثرت اغیار مین تلاش
جاکر گلو نکو کاٹو نکی باڑھو نمین ڈھونڈیے

کشتی لڑے ہے عشق سو دل ایسا پہلوان
نکلے نہ گرد ہزار اکھاڑو نمین ڈھونڈیے

پیکان یار سینہ مین میرے کہان ملے
جبتک دل جگر کی نہ آڑو نمین ڈھونڈیے

دو چار اب بھی دامن مجنو نکی دھجیان
نکلین جو خار دشت کی جھاڑو نمین ڈھونڈیے

کیا کہین خوش ہین غم عشق مین کیسے ایسے
کہ نہ خوشنود ہوے ہم کسی تسے سے ایسے

مطلع ثانی

جیسے دل ہی ہے ہمارا نہون ہے سے ایسے
اور جو ہووین بھی تو ہرگز نہون نے ایسے

تجھسے ہم پایا اگر دل نہ لگاتے اپنا
سہتے کیون ظلم و ستم عشق مین ایسے ایسے

اب تو سب ہو گئے اے شوخ قرینے معلوم
پہلے آگاہ نہ تھے ہم تری ایسے ایسے

سارے دیوانے نہون ہمسر لیلی و فرہاد
ہون تو وحشت زدہ اک دہ مین جلیے ایسے

دام مین کسکی گرہ مین کہ ہو سودا دل کا
حلقۂ زلف ہی کی پاس ہین پیسے ایسے

چشم ساقی کو ہوے دیکھلے جیسے بدمست
اے ظفر ہم نہ چھکے ساغر مے سے ایسے

اس زلف کا سایہ ہے دل زار پہ بھاری
اسطرح کہ جون رات ہو بیمار پہ بھاری

کچھ پہونچ ترے پنجۂ نازک پہ نہ صدمہ
قبضہ سے ستمگر تری تلوار پہ بھاری

ہے لخت دل اشکون مین گرانبار غم اسکا
یاقوت کہ ہر موتیون کے ہار پہ بھاری

معلوم ہوا پشت خمیدہ سے کہ شاید
کچھ بوجھ ترا چرخ نگون سار پہ بھاری

اے عشق عجب کیا کہ گران جانی فرہاد
ہو جا تری ہاتھ سے کہسار پہ بھاری

ہو غیر نہ پہلو مین ترے اسکے عوض کاش
پتھر ہو مرے سینۂ افگار پہ بھاری

قیمت مین اگر بوسے کے تو جان بھی مانگے
کچھ مول نہ ایسا ہو خریدار پہ بھاری

کم نہیں حلقۂ زنجیر سے چشم آہو
وحشی اُس چشم کے ہیں وادیٔ وحشت میں پھنسے

عندلیبو یہ چمن جائے گرفتاری ہے
ہیں یہاں طائرِ تصویر بھی حیرت میں پھنسے

ہے ترا تارِ نظر قہر کمندِ جادو
کہ جہاں سیکڑوں دل ایک اشارت میں پھنسے

ہم نہ پھنستے کبھی زندانِ محبت میں ظفرؔ
لیک پھنسنا ہی لکھا اپنی تھا قسمت میں پھنسے

بوسہ مرضی کیا ہمسے ہوئی ایسی تو تھی
یار کی بخشش بجا ہمسے ہوئی ایسی تو تھی

کیا کہیں اسنے کہا کیا جو کہ کہنا تھا کہا
گفتگو کل ہر ملا ہمسے ہوئی ایسی تو تھی

دل تو کیا تھا زلفِ کافر جی بھی لیکر چھوٹتی
آج برہم وہ بلا ہمسے ہوئی ایسی تو تھی

خاک ہو کر اُس گلی میں خاک برباد اپنی کی
خاکساری اے صبا ہمسے ہوئی ایسی تو تھی

اور تو ہمنے نہیں تقصیر کی اے مہربان
ہاں مگر مہر و وفا ہمسے ہوئی ایسی تو تھی

ایک عالم نے تجھے چاہا ہماری چاہ سے
تیری شہرت مہ لقا ہمسے ہوئی ایسی تو تھی

کیوں نہ برہم ہوتے وہ چھیڑا تھا ہمنے زلف کو
اے ظفرؔ انکی خطا ہمسے ہوئی ایسی تو تھی

زلفِ شب کسکی رہی تا دیر آنکھو نکو تلے
آج ساری دن رہا اندھیر آنکھو نکے تلے

اے تصور ہیں ترے قربان کہ تو اُس ماہ رو کو
لائی ہے چار و نظر فسے گھیر آنکھو نکے تلے

لکھتے بیٹھے ہم جو خط انکو تو گریہ نے دیا
حرف پر مطلب کے پانی پھیر آنکھو نکے تلے

زبان سے گالیان ہی تو سوا دیتا رہا ہمکو
کبھی اے بدزبان تونے نہ یہ اپنی زبان چھوڑی

ستم تیرے اٹھائے پر نہ اٹھے اُس گلی سے ہم
زمین مین نے بھی پکڑی تو نہ پھر اے آسمان چھوڑی

ظفر کھوآئے دل سی چیز اپنی بیخودی مین ہم
خدا جانے کہ کسکو دی کدھر پھینکی کہان چھوڑی

اے نیکخو بتا دے کہ بدخوئی کس لیے
تو بیدلی سے کرتا ہے دلجوئی کس لیے

گر زخم تازہ کوئی جگر پر لگا نہین
تو چشم خون کے آنسوؤن روئی کسلیے

یہ دار بیدار ہے یہ دیر بے قیام
یہان جو مقام دیر کری کوئی کس لیے

خاکِ شہید ناز کا رکھا تھا کچھ پتا
یان نازو بو جو تونے نہین بوئی کسلیے

ہم زلف خم بخم کو کبھی چھیڑتے نہین
پوچھو وہ ہمسے کرتی ہے خمروئی کسلیے

منھ دھویا آنسوؤن نے ہمارا ہزار بار
لیکن نہین سیاہی دل دھوئی کسلیے

اُس گل کی بو دماغ مین موجب بسی ہوئی
پھر ڈھونڈھلیں اور ہم کوئی خوشبوئی کسلیے

اپنی بدی سے آپ ہین بدنام بدشعار
بیہودہ گو جو کرتے ہین بدگوئی کس لیے

پایا نہ ہجر یار مین کچھ زندگی کا لطف
عمر عزیز ہمنے یونہین کھوئی کسلیے

لہر اور حباب تمکو ظفر گر نہین سند
ٹانکی کلاہ خاص مین ہے تو کی کس لیے

دو روز پھر مین ہو کر حرص و ہوا کے بندے
بیٹھین خدا کی در پر گر یہ خدا کے بندے

نہیں ہے اپنی مجھے ناخوشی کا غم ہر گز
اگر خوشی تری اے بیوفا اسی مین ہے

نہیں ہے اپنی مجھے ناخوشی کا غم ہر گز
اگر خوشی تری اے بیوفا اسی مین ہے

نخیمت اپنی سمجھ زندگی کو اے غافل
ترے لیے تو بھلا اور برا اسی مین ہے

نمک چھڑکتے وہ قاتل کو میرے زخم پہ نیر
کہ زخم کھانیکا آتا مزا اسی مین ہے

سمجھ کے ڈال قدم بحر آشنائی مین
کہ ڈوب جاتا ظفر آشنا اسی مین ہے

انعام مین جان اپنی بھی در شک پہ دی
قاصد نے تری وصل کی جب خبر شجری دی

لکھتا اُسکے عو مین سب حال اپنا
پر گریہ نے میرے مجھے فرصت ذری دی

جو کچھ تھا تر و خشک دیا عشق نے مجھکو
دی ہونٹونکو خشکی مری آنکھونکو تری دی

دل اُسکو دیا سخت اگر سنگ بلا سے
پر آہ کو یارب مری کیون بے اثری دی

گل پھولے سماتے نہین گلزار مین تو نے
آنے کی خبر کسکی نسیم سحری دی

محروم رکھا مجھکو بھی قسمت نے جو میری
گرچہ ندیا کوئی ہنر بے ہنری دی

دی مثل نگین پہلے اُسے سینہ خراشی
جسکو کہ زمانہ نے ظفر نامور ی دی

دیے جواب جو اُسنے نہ قاصد آڑے
کچھ آگیا ترا شاید لیا دیا آڑے

یہ نکلین دیکھیے کیونکر کہ اُڑ گئے ظالم
جگر مین ہو کر تری ناوک جفا آڑے

اگر نصیب ہین سیدھے تو ڈر نہین ہمکو
بلا سے ہمسے وہ ہونگے ٹیڑھے ترچھے یا آڑے

کہیں تم نے بھی جاؤ دل کو میرے تابِ بیتابی سے جلادی
مجھے کرنی پڑی نزاعِ اسکی پاسبانی ہے

ہلال اسکا ہی جیسے ابروئے خمدار یہ تیری
نہ تیغ مغربی ایسی نہ تیغ اصفہانی ہے

جوابِ خط میں لکھتا ہے جو قاصد بات تسکین کی
خدا جانے بناوٹ ہے کہ یا اسکی زبانی ہے

تڑپتی ہے گردشِ چشمِ بتانِ مہروش سے دل
خدا اس سے بچائے یہ بلائے ناگہانی ہے

ظفر اس عالمِ بیری میں ہے وہ ارادے ہیں
کہ جسمیں تھک کے رہجاتی جوانوں کی جوانی ہے

ہماری دوست لگائے سے یہ جبین نہ بنے
لگائیو انکی اللہ کرے کہیں نہ بنے

وہ ہمسے دور ہیں ہم کسطرح انھیں دیکھیں
کہ جب تلک یہ خیالِ اپنا دور ہیں نہ بنے

ترا وہ حسن ہے حیرت فزا جو دیکھے اُسے
تو کیونکہ دیدۂ حیران مہ جبیں نہ بنے

ہماری آنکھوں سے برسیں جو اشکِ خونِ پرنم
تو سرخ یہ بھوٹی سی کیوں زمیں نہ بنے

ہم اسکو یار بنائے ہیں سو طرح اپنا
نہ نصیب یا اے دلِ حزیں نہ بنے

نہو جو مردمکِ چشم اپنا عکس فگن
رخِ صفا پہ ترے خالِ عنبریں نہ بنے

بنے جو ابر سیہ آسمان پہ دود فغان
تو کیوں کہ برقِ جہاں آہِ آتشیں نہ بنے

خیالِ زلف میں روتا ہوں پڑ رہی ہے مجھے
کہ تارِ اشک کہیں مارِ آستیں نہ بنے

خدا کرے کہ ظفر وان بنی رہے اپنی
بلائے بنتی ہماری یہاں نہیں نہ بنے

جو ملیں آرزو ہو عاشق سر بازی کیے
اگر نکلے گی قاتل وہ ہو شمشیر نکلے گی

جبین یہ سوج ہو اسکی کمندِ زلف پیچاں سے
ہماری اُس سے گردن چھوٹنیکی تقدیر نکلیگی

ہمارے عشق کو بجز فنا منظور ہے شہرت
کب اُس کو ہے اپنی نوش بے تشہیر نکلے گی

مصور پر کٹینگے وقتِ مرقع کے
پر اُسکی سی نہ ہرگز ایک بھی تصویر نکلے گی

یہی باتیں بناتا ہو وہاں جسوقت جائیگا
نہ مُنھ سے بات ناصح کے دمِ تقریر نکلیگی

کریگا فتح جسدم اپنی تو صیدِ محبت کو
زبانِ خنجرِ بُرّاں سے بھی تکبیر نکلے گی

نکل جائیگا سینہ کو فلک کے توڑ کر دم میں
ظفر جب دل سے اپنے آہ مثلِ تیر نکلیگی

بظاہر کیا ہوا سودا اگرچہ خشمگیں یوں ہے
دلِ آزردہ وہ دل ہے نہیں ہمکو یقیں یوں ہے

عدو پر مہربانی اور ہمپر ظلم رانی ہے
ستمگر ہے یہ کیا شیوہ کہیں یوں ہے کہیں یوں ہے

نہ جبتک سینہ کاوی ہو نہ جبتک کہ سیاہی ہو
کوئی ہو سکتا روشن نام مانندِ نگیں یوں ہے

چمن میں جا پڑی کوئوں نکلی جسطرح ناگن
عرق آلودہ رُخ پر اسکی زلفِ عنبریں یوں ہے

کبھی بیتاب ہوجاتا ہی زیرِ خاک بھی عاشق
نہ سمجھو زلزلہ اسکو یہ ہلجاتی زمیں یوں ہے

نہیں غم کچھ بھی اصلا ہمکو غمگیں اپنے ہونیکا
کہ ہم خوش ہیں اسکی خوشی اور ہمنشیں یوں ہے

ظفر ابرِ سیہ میں جس طرح ہے کوندتی بجلی
عیاں زانو سے اسکے تابِ رُوآتشیں یوں ہے

مطلع ثالث

خیال بوسہ میں لب پر ہے جان آنے ہم ہردم
لب شیریں سے میری جان بانی واہ کیا اچھی

اڑا دی جو ہماری خاک ساری اسکے کوچے سے
نہ کی ہم خاکساروں سے یہ تو نے اے صبا اچھی

خجالت کش ہو یہ بھی دیکھ تجکو ماہتابی کی
خدا نے وہ بنائی شکل تیری مہ لقا اچھی

ارے کیا کی میان تو نے کہ اپنا سا رہا گھر بھونکا
نہیں تقدیر سے کوئی مہوس کیمیا اچھی

ظفر کو تربت دیدار سے تو اپنے تسکین دے
مریض غم ہو وہ اسکے لیے یہ ہی دوا اچھی

ہم جو لگے دروازہ پر زنجیر سے شب کھٹکھٹانے
پھر تو وہ اس گھڑی سے کچھ میں لگے گستاخ کرنے

کیا جانے ہیں کسی سکھائے تمکو ایسے مکر و فریب
تقدیل جان لیکے ہمارا آپ لگے قتل پٹ کرنے

عشق تیری ہمکو ظالم دی ہے کیسی چاٹ لگا
خون جگر کو پینے لگے ہم یوں جو زہر سے چٹ کرنے

بنگلے دیکھو کیسے پھیلی ہو کر اتر طفل شک
جون جون وہ کاہنے انکو اور لگی یہ ہٹ کرنے

کون ایگا سچ بتاؤ کسکا تمکو کھٹکا ہے
شام سے دروازے کو جو بند لگی تم پٹ کرنے

غیر سے ہنسے بولتی ہو تم کھو کچھ بے شرم حیا
کیا یا شب کو دیکھ کے تمکو آپ لگے گھونگھٹ کرنے

اپنے دل دیوانہ کے تم آ گئے ایسے قابو میں
جو کہا اسنے تمکو ظفر وہ آپ لگے جھٹ پٹ کرنے

میرا وہ پیر ہے کہ جو پیر دن کا پیر ہے
رضوان کو خاک اسکے قدم کی عبیر ہے

مطلع ثانی

کھولی جو تو نے زلف کھلے دل بندھے ہوئے
کھلتے نہ یہ کہ توبستۂ زنجیر پر کھلے

اُس مہ جبین کو دیدۂ انجم بھی دیکھ کر
حیرت سے رہ گئے فلکِ پیر پر کھلے

دروازہ اُنکے گھر کا گجر پر کھلے نہ صبح
کہدو کہ میرے نالۂ شبگیر پر کھلے

جیسی ہے چین اس ابرو پُرخم پہ خوشنما
جوہر کہیں بھی ایسے نہ شمشیر پر کھلے

نامہ نہ کھل پڑا ہو کہ مرغان نامہ بر
جاتی ہوا میں ہیں روش تیر پر کھلے

ڈرتا ہوں آہ و نالہ سے ایسا نہو کہیں
میری محبت اس بت بے پیر پر کھلے

گر خونِ دل سے میرے مصور بنائے رنگ
کیا خوب اُسکے چہرۂ تصویر پر کھلے

جلد آ کہ فرق کر کہ ہیں سب چشم انتظار
تیروں کے زخم سینۂ نخچیر پر کھلے

روشن دلوں سے کہنے کی حاجت نہیں ظفر
سب میرے مدعا ہیں مرے پیر پر کھلے

ہمیں میں رنج بھی ہے اور راحت بھی ہمیں میں ہے
جہنم بھی ہمیں میں ہے اور جنت بھی ہمیں میں ہے

کسی سے دوستی ہمکو کسی سے دشمنی ہمکو
محبت بھی ہمیں میں ہے عداوت بھی ہمیں میں ہے

کہیں مشہور ہم عاقل کہیں بدنام لاتعقل
کہ ہشیاری بھی ہم میں ہے اور غفلت بھی ہمیں میں ہے

سنا آئینہ دیکھو ہمارے غور سے جوہر
صفائی بھی ہمیں میں ہے کدورت بھی ہمیں میں ہے

کبھی ڈرتے ہیں شیروں سے کبھی لڑتے ہیں شیروں سے
ہمارے پاس جو دریا دلی خرمہرہ دونوں ہیں

کیون ہوا بسمل ترا سنتے ہی تیغ اجل
سنسنے دی قاتل تری تھی جبین دیکھی تو تھی

دل ہوا خون یا جگر یہ تو نہین ہمکو خبر
لیک پر خون چشم تر یہ آستین دیکھی تو تھی

کہدیا ہوتا ستمگر سے ظفر کے دل کا حال
بیقراری اسکی تو نے ہمنشین دیکھی تو تھی

جسوقت ذکر سید مظلوم چل پڑے
کیون مجر لی نہ چشم سے آنسو نکل پڑے

خنجر تلے بھی کرتے رہے سجدہ شاہ دین
کیا دخل کچھ جو طاعت حق مین خلل پڑے

صغری جو دیکھی باپ کی شکل اپنے خواب مین
کسطرح سو تی سو تی نہ شب کو اچھل پڑے

کہتے تھے شہ کہ مین نے کیا ظالمون کا کیا
جو بیچھے میری جان کے یہ بد عمل پڑے

زخمی جو ہاکی شاہ گرے ذوالجناح سے
اک تہلکہ نہ کیون سر دشت مچل پڑے

کہتے تھے شہ کہ مرنکی عباس کی خبر
ایسا نہو کہ سنکے سکینہ دہل پڑے

سر پر پڑین حسینؑ کے کیا کیا مصیبتین
پر بل بے حوصلہ کہ نہ ماتھے پہ بل پڑے

کیا خاک راہ دین پہ وہ بیدین تھے مستقیم
دنیا مین مال و زر کی طمع مین پھسل پڑے

قطعہ

میدان مین شاہ کر رہے تھے جب قدم
کسطرح آکے بانون نہ انکے اجل پڑے

اور یہ کہو کہ کیجیے آباد چل کے خلد
خالی ہین تم بغیر تمھارے محل پڑے

نامہ بر یار تلک اُسکا پہونچنا معلوم | ہمنے لکھ لکھ کے جو دفتر مین حقیقت کی بھرے
ترک الفت نہ کرون کیونکہ تری اک پے مہر | بیمروت سے کوئی کیونکر مروت سے بھری

جانیے اُسکو ظفر صاف درون پاک ضمیر
دل جو خالی کرے کینہ سے محبت سے بھرے

سرمہ سے چشم مین گر صید فگن تو نکلے | ہدف تیر نگہ ہونے کو آہو نکلے

مطلع ثانی

تجھسے کیا کام دل ای دلبر گلرو نکلے | جبکہ تجھ مین نہ محبت کی ذرا بو نکلے
ڈر ہی ہے غمزہ قاتل کی یہ خون جسم مین خشک | بوٹیان کاٹو تو اک بوند نہ لوہو نکلے
ماری تیشہ کو نہ پھر کوہکن اپنے سر پر | عشق مین کام جو بے قوت و بازو نکلے
خار خار غم و حسرت کا ہو دل مین یہ ہجوم | کہ مری جسم سے کانٹے کے عوض مو نکلے
سنکے احوال مرا گرچہ ہون پتھر پانی | سنگدل پر نہ تری آنکھ سے آنسو نکلے
نہ تو دل حور کو دون مین نہ پری کو اپنا | دون اُسے جسمین کہ کچھ تیری سی خو بو نکلے
ہو وہ کسواسطے منت کش شمشیر اجل | جسکا دم دیکھ کے قاتل ترا ابرو نکلے

پاسکے رمز و کنائے کوئی کیا اُسکے ظفر
جس کی اک بات مین سو طرح کا پہلو نکلے

ہم کئی بار اُنکے گھر ہو آئے | نہ ملے گھر مین وہ مگر ہو آئے

دو عالم کو ہم مے پرستی مین بھولے
مگر ایک ساغر نہ مستی مین بھولے

بگولے کے مانند پھرتے رہے ہم
خیالِ بلندی و پستی مین بھولے

جو ہو عشق رہبر تو پھر کوئی رستہ
نہ جنگل مین بھولے نہ بستی مین بھولے

اُسے بتکدہ کعبہ ہی کفر و ایمان
خدا کو نہ جو بُت پرستی مین بھولے

وہ مفلس نہین اُسکو سمجھو تونگر
نہ اوسان جو تنگدستی مین بھولے

نہین یاد کیا جانے کیا تھا عدم مین
کہ بالکل وہ ہم آکے ہستی مین بھولے

پھرے میکدہ سے چلے خانقہ کو
ظفر راہ میکش جو مستی مین بھولے

اس جفا کا کیا تو کوئی گلا تمسے کرے
تمنے جیسی ہمسے کی ایسی خدا تمسے کرے

تو بنا منظور ہو جسکو تمھاری چاہ مین
وہ نہین چاہے دل بنا آشنا تمسے کرے

جو ستم مہر کرے چاہے سپہر جفا
پر کرے اتنا تو وہ ہمکو جُدا تمسے کرے

نہین ممکن نہ کہدو مدعی سے جاکے تم
کیا کوئی اظہار اپنا مدعا تمسے کرے

ہین لب خندان تمھارے چشمۂ آب حیات
گر کرے کوئی طلب آبِ بقا تمسے کرے

باز آئیگے نہین ظلم و ستم سے اپنے تم
کوئی عاشق گرچہ کیسی ہی وفا تمسے کرے

جسکو تم چاہو کرو تیغ نگہ سے اپنی قتل
جان کیا کوئی سوال خونبہا تمسے کرے

جاؤ تم جسدم تمھارے ساتھ جاوے میرا جان
مجکو شرمندہ نہ تاخیرِ قضا تمسے کرے

اے ظفر بھائی کا گر بھائی نہیں دشمن تو بھی
چاہتا انسان کیوں انسان کا نقصان ہے

کیا کیا وہ ہمیں دیکھتے ہیں بھیا سے بیٹھے
ہم پوچھتے ہیں اشک جو داماں سے بیٹھے

کہتے ہیں بُرا سب ہمیں محفل میں تمہارے
کچھ کہتے نہیں سنتے ہو تم کان سے بیٹھے

ہاتھ آیا نہ بوسہ لبِ شیریں کا تو ہم ہاتھ
ملتے رہے مثلِ مگس ارمان سے بیٹھے

جنکو ہے یہ معلوم کہ یاں ہم ہیں مسافر
فکر ہیں وہ کیوں سر و سامان سے بیٹھے

زلفیں نہیں چہرے پہ وہ دو مارِ سیہ ہیں
اس حُسن کی دولت پہ نگہبان سے بیٹھے

جو دل میں تمہارے ہے وہ سب جانتے ہیں ہم
ور چند کہ ظاہر میں ہیں انجان سے بیٹھے

اس منزلِ ہستی سے ظفر اُٹھ کو سب یار
اور جو رہے باقی وہ ہیں مہمان سے بیٹھے

آج مہتابی پہ کیا کوئی مہ دلخواہ ہے
چلیئے بھر پانی میں ڈوبا ہے جو کوئی ماہ ہے

یار بر ہے جہاں مجنوں تو اس دشت میں
میش جا ہے خار ہے اور خار جا گاہ ہے

جانتا ہے کوئی بھی مجھسا فدائی میں نہیں
حُسن پر مغرور اپنے وہ بُت گمراہ ہے

یاد میں اس قامتِ رعنا کے ہم میں نالہ کش
سرو شمشادِ چمن سے بہتر اپنی آہ ہے

مجکو ڈر ہے کہیں اس چاہ میں جا نہ ڈوبے
دل کو اس چاہِ زنخدان کی نہایت چاہ ہے

اے بری یہ جو بگولہ خاک کا ہے دشت میں
تیرے وحشی کا یہی بس خیمۂ خرگاہ ہے

کسی سے وعدہ خلافی ظفر نے کب کی ہے
کہ بر خلاف ہوا اس سے اک جہان یوں ہے

کم بزم غیر ہین ہو مے بے حجاب پیتے
ہم خون دل ہین اپنا جای شراب پیتے

اس مستی سے جو دیکھا آئینہ مین بھونکو
سمجھا کہ دو مگر ہین دریا مین آب پیتے

اس بزم مین ہوتا گر پاس آبرو کا
آنکھون مین اشک بھر کر ہم کیون شتاب پیتے

کرتے ہین زندگانی ہم یون بغیر تیرے
دن رات غم ہین کھاتے اور خون ناب پیتے

نسخہ مری مرض کا پاتے نہین الما
دھو رھو کے ہین وہ آپ ہی پی کتاب پیتے

یون اون لبون کا بوسہ جو وہ عرق مین ہوتا
شربت مین ہین ملا کر اکثر گلاب پیتے

قلیان کو گرچہ عالم مکروہ ہین بتاتے
برای ظفر ہین اب تو سب شیخ و شاب پیتے

نہ کیونکہ شوق کی گرمی ہو دل کا داغ جلے
وہ کہہ گئی ہین کہ آئینگے ہم چراغ جلے

مرا طرح سے جو آتش نفس ہو تو بلبل
تو ایک نالہ سے تیرے تمام باغ جلے

بری جو می مین ترا عکس دیکھ کر اے شوخ
تو آفتاب نہ کیون دیکھ کر ایاغ جلے

اگر ذرا تری وحشت زدون کا نالہ گرم
شرر فشان ہو تو دامان کوہ زاغ جلے

اٹھا دی پردہ فانوس کو جو تو ای شمع
تو خوب بزم مین پروانہ بافراغ جلے

نہین ہے سوز و محبت مین کچھ ہمین پروا
بلا سے جان جلے دل جلے دماغ جلے

کہتے ہم اپنا حال تنہائی | تم کو تنہا اگر کہین پاتے

غیر تو ہے ظفر کہ اشکون سے
ہم ہین تر تیری آستین پاتے

عاشق پڑا ہوا جو تیرا بیخودی مین ہے | پڑتا اُچھل اُچھل بھی تری اک گدگدی مین ہے
اے ساربان جو نالۂ مجنون مین ہے اثر | تاثیر کا ہے کو وہ تری اس حدی مین ہے
واعظ رموز عشق سے واقف نہین کہ وہ | اُلجھا ہوا مسائل مالا بدی مین ہے
تم غیر کی زبان سے ملاتے ہو کیون زبان | لطف زبان یاد وہ ملے سے جدی مین ہے

جو کچھ کتاب عشق جنون مین ہے اے ظفر
صدر امین ہے نہ بات نہ وہ میندی مین ہے

بلا ہین تیری زلف و کاکل کے پھندے | نکلتا ہے دل یہ کوئی کھل کے پھندے

مطلع ثانی

پھنسا نیکو ہون خوب بلبل کے پھندے | جو بنجائے تار رگ گل کے پھندے
خلائق مین آزاد کوئی نہین ہے | پڑے بانو نین یہ تو ہین کل کے پھندے
کیا سب کو ساقی کے پابند الفت | لگا کر خط ساغر مل کے پھندے
نظر آئے اُس زلف کے قیدیون کو | چمن مین خم و پیچ سنبل کے پھندے
کبھی بھول کر بھی نہین یاد کرتا | پڑے ہین کیسے تغافل کے پھندے

زاہد خدا کے واسطے پڑھتا نہیں نماز
سر اپنا پٹکتا ہے جنت کے واسطے

مانند شمع یوں تو سراپا زبان ہوں
لیکن نہ سوز دل کی شکایت کیو اسطے

کیا قہر ہے کہ مجکو وہ سفاک اے ظفر
کرتا ہے قتل غیر کی غیرت کیو اسطے

کوئی نکلتی یہ دل بلبل کی پھانس ہے
ہین جلیدہ خار گل کی پھانس ہے

خالی نہین جلش سے محبت کے کوئی بھی
یار دکھٹکتی جان مین یہ گل کی پھانس ہے

سبزہ کی نوک دل مین قدح کش کے سا تیا
صد خار خونہش قدح مل کی پھانس ہے

مشاطہ کیون کلیجہ سے میرے نکالتی
تو انگلیون سے شانہ کاکل کی پھانس ہے

کیونکر کوئی نکالے کہ دلمین چبھی ہوئی
مژگان چشم مست تغافل کی پھانس ہے

چبھتی ہے ایسی دلمین جو ساقی تری نگہ
گویا صدا یہ خندۂ قلقل کی پھانس ہے

جلدی نہ کر کہ دل سے نکلتی تری ظفر
سوزن سے یہ تو دست تامل کی پھانس ہے

دانتون سے ہاتھ رنج مین میہات کاٹکے
کرتے ہین صبح ہجر کی ہم رات کاٹکے

کیون اہل بزم کاٹتے ہین شمع کی زبان
بات اسنے کی کسیکی نہین بات کاٹ کے

کہتا ہون دل کو زلف کی ناگن سے گر خدا
جاتی پلٹ ہے دیکھو یہ بدذات کاٹکے

قاصد کو ہے بہانہ مرے آنسو ڈکا جوش
کہتا ہے وہ کہ جاؤنگا برسات کاٹ کے

جھکایا نہیں ہے جسنے تیری زیر تیغ اپنا
کب اسکی گردن بید اگر نیچے سر اونچی ہے

نہیں ہے اس چمن مین گر بلندی سا تہ پستی کے
کہ ہوتی بڑھکے کیون شاخ شجر نیچے اونچی ہے

ہوا منظور پردہ ہمسے جو دیوار پردہ کی
بنائی اندنون اسنے ظفر نیچے سے اونچی ہے

گرچہ یان آکر وہ اک بوسہ بہ دم کھانہ گئے
پر غنیمت ہے کہ آنکی قسم کھانہ گئے

غم پہ غم کھائے محبت مین جو اتنے ہمنے
کیون ہمین پہلے ہی حضرت غم کھانہ گئے

دیکھا اس شکل گلستان کو ہمارے کس دن
گل پہ گل اسپہ جو گلہائے ارم کھانہ گئے

آئے دعوت مین مرے گھر مگر ایسے بیزار
پان بھی ہاتھ سے تم میرے صنم کھانہ گئے

جوش گریہ سے ترے کب نہ بڑھا اک دریا
نہ فلک غوطہ کبھی دیدۂ نم کھانہ گئے

لیگئے حضرت ناصح نہ یہان سے تشریف
جبتلک خوب سا بیکبک کر وہ دم کھانہ گئے

اے ظفر عشق کی لذت سے گئے وہ ناکام
اس کماندار کے جو تیر ستم کھانہ گئے

اے صنم دیکھی جو تیری خود نمائی آنکھ سے
گر گیا سارا تماشائے خدائی آنکھ سے

روز یہ گردون گردان لائے ہے چکر نئے
اسکو کیا گردش نہین تو نے سکھائی آنکھ سے

صاف باطن وہ نہین جو دل مین اور منھ پر اور
ہے عیان آئینہ سان دلکی صفائی آنکھ سے

دل ہے غفلت جانتے ہین اسپہ بھی تجھکو بھلا
دیکھتے ہین روز ہم تیری برائی آنکھ سے

تیری چشمِ عتاب اے ساقی
بادہ کش جام جسم سمجھ لین گے

تیرے گریہ سے میرے دل کا راز
سب وہ اے چشم نم سمجھ لین گے

اب تو دیتے ہین دل انھین اپنا
ہونگے جور و رنج و غم سمجھ لین گے

اُس ستمگر پہ ہونگے وہ عاشق
جو ستم کو کرم سمجھ لین گے

دل مین سمجھے ہین کیا عدو اپنے
اے ظفر اُنسے ہم سمجھ لین گے

زلف کا پیچ جو وہ کان ملاحت مارے
ہون گرفتار بلا سیکڑون شامت مارے

جوڑا وہ غیر نے بندھوائین بلا سے انکی
انکے چھاتی پہ کوئی صاحبِ غیرت مارے

جا کے چوری سے اُسی شب جو جگایا جسنے
کہ کہین چیخ نہ وہ باعث دہشت مارے

دیکھے اُس حلوۂ قامت کو جو کوئی لب بام
تو دیوار سے سر تا بہ قیامت مارے

نہ سنے وہ کسی ہمدم سوگوار کی غم
چپکے چپکے مجھے ایسا غم فرقت مارے

قتل عشاق کا جب قصد کرین وہ انکھین
پہلے تیغ ابرو پر خم کی اشارت مارے

اے ظفر عشق کے ہاتھون سے ہوئی خاک بسر
مارے ماری پھرین دنیا مین مصیبت مارے

نہین کچھ سہل یہ راز عشق کا ایدل سمجھنا ہے
یہ مشکل بات ہی اسکا بہت مشکل سمجھنا ہے

مجھے سمجھا رہا ہی کیا جو سمجھے دل اسے سمجھا
نہ سمجھا یہ تو ناصح میرا ایسا اصل سمجھنا ہی

خاک دولت ہی یہان کیا ڈھونڈھتے پھرتے ہو تم
غافلو غفلت ہی ساری ملک ہستی مین بھری

ہو گیا ناقوس کا دم بند بتخانہ مین آج
ہمنے جو اک آہ شوق بت پرستی مین بھری

اے ظفر جسکا بنایا ہی خدا نے دل غنی
رہتی ہی اسکی طبیعت تنگدستی مین بھری

پیر جاؤنگا مین تجھکو نامہ بر ہو جائیگی
دل کو دل سے راہ ہی تا تجھکو خبر ہو جائیگی

جانہ مہتابی پہ شب کو بہر سیر ماہتاب
دیکھ چشم ماہ کی تجھکو نظر ہو جائیگی

پھر رہینگے کشتگان ناز کو چہ مین ترے
کچھ زمین انکو عنایت یہان اگر ہو جائیگی

اس بت کافر کی ہی گر جنبش مژگان یہی
دیکھنا خلق خدا زیر و زبر ہو جائیگی

وصل کی شب و ز ہجران کا بکھیڑا ذکر تو
دیکھو دیکھو دیکھتے ہی دیکھتے تو ہی مجھکو سحر ہو جائیگی

اے ظفر کچھ فکر کر و انکا یان تو چند روز
زندگانی ہے بہر صورت بسر ہو جائیگی

بیچ کہیے نہ ڈر سے صنم ہو شربا سے
ایمان رہے جان اگر جاوے بلا سے

بخت اپنے کہان ایسے ہین بیدار کہ شکوہ
ہم آنکھین ملین خوبین کی کف پا سے

ایمان عزیز و اس نہ دین ہے تجھے ایدل
کیا وہ بت بے مہر ملائیگا خدا سے

خون نا بنا گر اؤن ہو گرے جو انکا پسینہ
اور ہاتھ رستم اے سر کو ہو کے ہون بیتاب

طاقت نہین اتنی کہ جو تنکا بھی اٹھائین
گر ضعف مین ہمرنگ ہین ہم کاہ رباسے

کرتا ہے یا ہیون یہ زد و کوب کیا فلک
انکو تو ہین انھین کے ظفر پاپ مارتے

ماری ہوس کو خود نہ مرکر وہ مرد قال نہ ہے
آپکو مارا اُسنے تو کیا حرص تو ابدال نہ ہے

جنکو طلب ہے حور و نکی وہ مرتی ہین یہ عجب
تیرا امید وصل یہ عاشق حور شمائل نہ ہے

ہاتھ اُٹھا جان سے جو وہ جا سامنے قاتل کے
کوئی نہین پھر آتا جا کر اُسکے مقابل نہ ہے

چارہ گر و کیا ہو تو تیغ کی گھائل جینے سے
کوئی اس شمشیر نگہ کا دیکھا گھائل نہ ہے

باندھی ہے کیا خاک سے جلدی اسکو اور مرنیوالے
دیکھ ابھی ہے صید فگن صید بسمل نہ ہے

خط تو اُسکو لکھکر بھیجا پر ہے ظفر یہ سوچ ہمین
جا کر قاصد کوئی پھر تا وان سے بمشکل نہ ہے

کھاتی ہمیشہ غم ہے لہو پیتی جان ہے
کسطرح سے نہ کھائے پیے جیتی جان ہے

تم آپ میرے ساتھ ہو ی غم مین مبتلا
مین نے تری بُرائی نہین جیتی جان ہے

گو خار غم ہین سوز و آہ فغان ہین تار
لیکن جگر کے تار کو کب سیتی جان ہے

گذری سو گذری دل محبت مین تجھکو کیا
تو کہ کہ تجھیہ عشق مین کیا بیتی جان ہے

آنکھ اُس غزال چشم کی تو ہے ہرن ظفر
کر لیتی پر شکار وہ جون جیتی جان ہے

دیگر

عجب احوال ہے میرا کہ جب خط اسکو لکھتا ہون
تو کچھ کہدو کہا ہی قلم کچھ اور کہتی ہے

اُٹھا دیتا ہی جو پردہ ذرا تو روی ریا سے
بھی خلق خدا تجکو صنم کچھ اور کہتی ہی

اثر ای عندلیب از کیا ہو تیرے نالون کا
کہ گوش گل مین یا د صبو دم کچھ اور کہتی ہی

نہین کھلتا مرا حال پریشان اف سے تیری
کہ وہ کافر ہے سر کی قسم کچھ اور کہتی ہے

بچیگی جان کیونکر دیکھیے قاتل کہ ہاتھو نے
کہ اُسکی آج شمشیر ستم کچھ اور کہتی ہے

بتا تی عشق مین ہو عقل کوئی بات کب ڈھب کی
ظفر جب پوچھتے ہین اُس سے ہم کچھ اور کہتی ہے

اگر وہ بخت اچھے دے تجھے تقدیر اچھی دے
وہان تعظیم اچھی دے یہان توقیر اچھی دے

کبھی عاقل نہ بد ہرگز کسیکو گر چہ بد بھی ہو
برا بھی خواب گر اس کہین تعبیر اچھی دے

دوبارہ ہووے رنجش تا نہ اسکی دست نازک کو
کوئی اس قاتل سفاک کو شمشیر اچھی دے

وہی تحریر مین ہوگا جو ہے تقدیر مین لکھا
مگر قاصد تو کچھ مجھسے سنا تقریر اچھی دے

وہ کیون کر کھنچکر بیٹھے ہین مین کھنچکر لاؤن
محبت جذبۂ دلمین ذرا تاثیر اچھی دے

نہ لے پھر ہوا لہوس تو نام بھی مہر و محبت کا
مجھے جسدم وفا پر وہ اگر تعزیر اچھی دے

ظفر ہم دیکھتے ہین ہر ورق کو اس مرقع کے
کہ شاید اسمین دکھلائی کوئی تصویر اچھی دے

دیگر

ناگن سی باغ مین کوئی لہرا رہی ہے یہ
یا زلف تیری چہرہ پہ کھائی ہی مل پڑی

جسدن سے مین گیا تری آنکھون کے سامنے
اُسدن سے میرے جان کے پیچھے اجل پڑی

دریا مین میری چشم سے گرتے ہی اشک کے
بیٹھی تھی زیر آب جو ماہی اُچھل پڑی

مین ہون وہ خون گرفتہ مری شکل دیکھکر
تلوار تیری ہاتھ سے قاتل اُگل پڑی

فرہاد و قیس کا تو ظفر شہرہ ہو چکا
اب اپنی دھوم جانب دشت و جبل پڑی

تجھسے جو عہد و فا مین الصنم اچھے رہے
بت پرستی مین خدا کو آگے ہم اچھے رہے

دن ہی کو جلتے رہی کیا خوب ہم خورشید وا
شب کو بھی مانند شبنم چشم نم اچھے رہے

جو رہا ای شیخ دل کے آستانی پر پڑے
چھوڑ کر دروازہ دیر و حرم اچھے رہے

تیری تلوارین بھوونکی خوب دیکھین غور سے
وہ تو ہین اچھے نہین دو نوین خم اچھے سے

ہو گئی اچھے جو وہ بھی صاحب دام و درم
ہین وہی ایچھے جو بیدام و درم اچھے رہے

ہم تصویر مین تمھاری نرگس بیمار کے
دم رہا جبتک رہے بیمار غم اچھے رہے

کوچۂ مہر و وفا مین خاک ہو کر اے ظفر
جو رہے اُس یار کے خاک قدم اچھے رہے

گو کہ ظاہر مین ہر اک شے خاک سے پیدا ہوئی
فی الحقیقت گردش افلاک سے پیدا ہوئی

مطلع ثانی

چمن مین جب ہوا سے صبح شاخ گل لچکتی تھی
تو بوئے گل مہکتی تھی ہر اک بلبل چہکتی تھی

مطلع ثانی

جگر کی آہ میری آگ جو ہو کر بھبکتی تھی
تو زیر ابر بجلی ڈر کے ماری جا دبکتی تھی

پلائی شبنم گل نے شراب ایسی کہ مستی مین
زبان نغمہ سنجان چمن ہر دم بہکتی تھی

بہت کی اشکباری پر ہوا ٹھنڈا نہ دل اپنا
ہماری آتش دل بلکہ اور اس سے دہکتی تھی

یہ تھی لب پر مسی گویا کہ تھی کالی گھٹا چھائی
چمک دانتون کی حسین ایک بجلی سی چمکتی تھی

ریا تشمون سے پانی گرچہ مین ذبح مگان کو
مگر یہ شاخ جو سوکھی ہوئی تھی کب بھبکتی تھی

گیا چوری سے شب مین وان مگر جو حال تھا میرا
اگر بتا کھڑ کتا تھا مری چھاتی دھڑکتی تھی

مرے سینہ پہ ہو جاتا تھا وان اک آبلہ پیدا
جہان شبنم نداشتک گرم کی میرے ٹپکتی تھی

ظفر وہ دوست اپنا آج ماری آملا ہم سے
کہ وہ ہی آنکھ اپنی یہ کئی دن سے پھڑکتی تھی

کانپتی جان بت ہو شرما سے یون ہے
کوئی ڈرتا نہین دنیا مین خدا سے یون ہے

خون ہوگا ترے ہاتھون کسی کا قاتل
ہوتا معلوم ہمین رنگ حنا سے یون ہے

جب تلک ہو نہ ترا شربت دیدار نصیب
جاتی اپنی تپ غم کوئی دوا سے یون ہے

لیمون جل بکھتی رہتی ہے تو آنکھون کو
قتل کر ڈالتا اک تیغ ادا سے یون ہے

یہ بکواس ناصح کی کب چھوٹتی ہے
مگر چھوٹے تو میرا دم کھا کے چھوٹے
محبت کا تیری مزا میرے دل سے
نہ سوزِ غمِ تیغ سم کھا کے چھوٹے

مرے دل سے یہ داغِ درہائے غم ہین
نہ غوطہ ظفر دمبدم کھا کے چھوٹے

گالیان اگر سُنا جاتا تو ہے
پر غنیمت ہے وہ آجاتا تو ہے
پوچھتے گریہ کا ہو کیا ماجرا
چشم سے دریا بہا جاتا تو ہے
گھر مین تیرے گر نہین آتا نہ آئے
وہ مرے دلمین سما جاتا تو ہے
بات وہ کرتا نہین لیکن ادھر
چپکے چپکے دیکھتا جاتا تو ہے
نالۂ بلبل ہے کیونکر بے اثر
رنگ بوئے گل اُڑا جاتا تو ہے
دیکھیے لکھا ہو کیا تقدیر کا
لیکے قاصد خط مرا جاتا تو ہے

خواب مین آکر کبھی وہ اے ظفر
فتنۂ خفتہ جگا جاتا تو ہے

نے فقیری چاہیے نے بادشاہی چاہیے
قسمت اچھی چاہیے فضلِ الٰہی چاہیے
ابتو چاہا اسکو ہمنے جان جائے یا رہے
چاہ اسکی ہر طرح ایدل نباہی چاہیے
نام روشن کرکے کیا لیگا کہ اسکے واسطے
پہلے مانندِ نگین اک دل سیاہی چاہیے
سبز رنگونکی محبت رکھنے کاہش مین جنھین
رنگ چہرہ کا ہمیشہ انکے کاہی چاہیے

جہانگیر ختم ہین سب اُس لب و دہان پہ مرنے
کہ جسکے ذکر سے برسون رہین زبان پہ مرنے

بہشت مین بھی وہ ہون یا نہون خدا جانے
ہمین نصیب ہین جو اسکے آستان پہ مرنے

رہینگے آب دم تیغ کے ترے قاتل
مدام ہیرے لب زخم خون چکان پہ مرنے

تری ستم نے ستمگار تیرے عاشق کو
چکھائی خوب محبت کے امتحان پہ مرنے

ہزار شربت قند و نبات کے قربان
تمہاری بوسۂ لعل شکر فشان پہ مرنے

ترے شہید محبت کا سر تو اے قاتل
اوڑا رہا ہی عجب طرح کہ کستان پہ مرنے

ترا سخن وہ مزے دار ہے کہ حشر تلک
رہینگے اسکے ظفر طبع نکتہ دان پہ مرنے

اصل بد ہو جسکی اسکی کیون نہون جوہر بُرے
ہین تیر لوہے کی تلوارین بُری خنجر بُرے

مطلع ثانی

سچ تو ہان یون ہے نصیب اپنے ہنوز اگر بُرے
وہ بُرا کیون کہتے ہمکو ہو تو ہم کیونکر بُرے

یا الٰہی خیر کیجیو دیکھیے ہوتا ہے کیا
آج آتی ہین نظر قاتل کے کچھ تیور بُرے

دیکھ کر غمزے تمہاری چشم افسون ساز کے
دل مرا ڈرتا ہی یہ کافر ہین جادو اگر بُرے

ا ہتو باد آکو بُرائی سے کہ تیری واسطے
ایک عالم سے ہوا ہم اپنی پیکر بُرے

مانتے ہین کب بُرا ہم تم کہو ہمکو بُرا
ہم بُرے ہین ہم بُری ہان سچ ہی اے دلبر بُرے

لب جانبخش کا تیری ہو سو اُسکو میان دارو
مریض عشق کو تیری نہین حاجت دوا کی ہے

حیات جاودانی کیون نہو اُسکے شہیدون کو
کہ تا یہ آب تیغ یار مین آب بقا کی ہے

ظفر شکوہ نہ کر اُسنے کبھی سے بیوفائی کی
بتا اُس بیوفا نے اور کس سے یان وفا کی ہے

بتا تے محل کیا ہو یان اچھے اچھے
بہت بن چکے ہین مکان اچھے اچھے

محبت کو لازم ہو جب بدگمانی
تو کیا دلمین گذرین گمان اچھے اچھے

نہ سمجھا کوئی نکتہ اُس خال لب کا
جہان مین ہوے نکتہ دان اچھے اچھے

دکھا دی جو وہ اپنے مژگان دابرو
تو دی پھینک تیر و کمان اچھے اچھے

سُنا تا نہین کوئی میری کہانی
اگرچہ ہین وہان قصہ خوان اچھے اچھے

تجھے دے ہی جن جن کے گلہای تازہ
مرا دیدۂ خون چکان اچھے اچھے

تری چشم وہ ہے کہ بیمار جسکے
ہو رکھو کے تاب و توان اچھے اچھے

ملے خاک مین ظلم پیر فلک سے
جہان مین ہزارون جوان اچھے اچھے

رہیگا پڑا ایک مجھ سا بُرا بھی
اگرچہ ظفر ہین وہان اچھے اچھے

یہ سوز غم نے کیا خشک خون جگر مین سے
کہ ایک بوند بھی نکلی نہ چشم تر مین سے

بلائین سیکڑون اُس تنگ مین مین ڈال سکتے ہین
خدا بچائے اُسے راہ پُر خطر مین سے

تعجب کیا ہماری چشم گوہربار کی دولت
اگر تارِ گہر ہر اک مژہ پر آستین ہووے

جو دیکھے کان کے بالے مین تیرے دُرِ روشن کو
تری حلقہ بگوشون مین بہ ہالہ نشین ہووے

کرے گا دور بین کو کیا نظر آئے گا کیا آہین
صفا کر دل کو ایسا کہ دل ہی دوربین ہووے

برنگِ نقش پا کو چشم سے تیرے زمین ہم بھی
عنایت تجھ کو اک البتہ بھر گر ٹک مین ہووے

ندیکھا تیرے دندان و لبِ خندان سوا ہم نے
کہ پیدا کان مین یاقوت کے دُرِ ثمین ہووے

جگہ آنکھون مین دون اپنی نکیون بیک تصدق کر
یہ اسکے پاس ہووے کچھ ہی گا وہ گرچہ کمین ہووے

نہ آنکھون مین سمائے گرچہ بحرِ موج زن ہووے
ظفر ہو گر سخی مشہور جو چین پر جبین ہووے

پھر اب بُلاوے ہے دل بزم مین کسو کی مجھے
پری ہی تھا مگر آنے بات اپنی آبرو کی مجھے

کرونگا خوں سے نگارین مین اُس نگار کو پامال
قسم ہے اس دلِ خون گشتہ کے لہو کی مجھے

نسیم عنبر سارا سے کیا غرض ہے صبا
کہ بو خوش آئے ہے اُس زلف مشکبو کی مجھے

الٰہی چشم مین آنسو نہین کرون مین کیا
نماز عشق مین تاکید ہے وضو کی مجھے

اُٹھاؤن کیلیے تیغ اجل کا مین احسان
نگاہ تیز ہے بس شوخ تند خو کی مجھے

ہر ایک مو ہو بدن پر مرے زبان گویا
مجال ہو جو ترے آگے گفتگو کی مجھے

ہوا نہ سیر کبھی مین طلب رہی ساقی
سبو بہ جام کی اور جام پر سبو کی مجھے

نہین ہے جان کی پروا برنگ پروانہ
کہ اب تو لگ گئی لو یار شمعرو کی مجھے

جتائی ہمنے اپنی دوستی کیون اُس ستمگر کو
ہمارا ہوگیا وہ دشمنِ جانی اسی مین ہے

ظفر سونا زیادہ گو نہین بہتر سخنور کو
سخن فہمی اسمین ہے سخن دانی اسمین ہے

ہم ہنسے اُنسے تو گل کیا کھل کے ہنس پڑے
چٹکیان گلشن مین غنچے بھی بجا کے ہنس پڑے

گہہ گیا کیا غیر کے کان ملاحت کان مین
تم جو گشتہ اپنی دانتون مین دبا کے ہنس پڑے

دیکھکر مرہم کا نسخہ چارہ گر کے ہاتھ مین
زخم اُس قاتل کے شمشیر جفا کے ہنس پڑے

اشک کی موتی ہوئے جب یان گلے کے میرے ہار
پھول جو گجھے مین تھے وان تیا کے ہنس پڑے

کچھ تو کی تاثیر الفت نے کہ وہ اے ہمنشین
گریۂ حسرت پہ اپنے مبتلا کے ہنس پڑے

انجم شب تاب ہون کیا کیا فلک پر سرنگین
وہ جو دانتون مین مسی اپنے لگا کے ہنس پڑے

اے ظفر شاید ہوا منظور پھر انکو ملاپ
بزم مین وہ آنکو جو مجھسے ملا کے ہنس پڑے

دن جو گذری غم ہجر انمین مجھ بیمار کے چھٹے
وہ برس ہوگئی باعث غم آزار کے چھٹے

درد و غم رنج والم یاس تعب ہین رفیق
پاس سہتی ہین ترے عاشق بیمار کے چھٹے

دل کی قیمت مین اگر دیتے ہو بارہ تو سہی
دیکھیے ہونٹھونکے چھو دیجیے رخسار کے چھٹے

غمزہ و عشوہ ادا جیتمک و ناز و انداز
دشمن جان ہین یہی میرے دل آزار کے چھٹے

ترے جانے کے کیا دست جنون سے دستار
بلکہ ثابت نہین تار اقبہ مین دستار کے چھٹے

سو بار وہ شمشیر و سپر کھولکے بیٹھے
پر قتل سے میرے نہ مگر کھول کے بیٹھے

پڑجائین گھڑے سیکڑون پانی کے برابر
جسوقت نہانیکو وہ سر کھولکے بیٹھے

بیہوش نہین بیٹھنے کی جا ہے یہ دنیا
یان دیدہ و گوش اپنے بسر کھولکے بیٹھے

کیون آئیگا یہ خوش ملاقات ہے کسکا
جو شام سے تم آج ہو در کھولکے بیٹھے

خورشید بھی کانپ اٹھے اگر سامنے اسکے
یہ سوختہ جان داغ جگر کھولکے بیٹھے

درویش سفر اور مسافر ہین یہ غافل
آرام سے ہین رخت سفر کھولکے بیٹھے

اٹھ جائینگے دو حرف بھی سننے کے نہین وہ
کیون دفتر غم تم ہو ظفر کھولکے بیٹھے

واہ تم صبح کو بھلے آئے
دن چڑھے کہکو ڈھلے آئے

آج کیا مجھپہ سر بانی ہے
ین بلائے جو تم چلے آئے

آئے ہے اک جلے کباب کی بو
کیا کہین تیرے دل جلے آئے

شکر للہ کہ یان کے آنے سے
انکو انکار تھا وہ لے آئے

یون کوئی گیونکہ اگر تیرے پاس
غیر جب پاس سے ٹلے آئے

میرے گھر مین وہ مہ وش آیا
بارے کچھ دن مرے بھلے آئے

ابھی آئی نہین بہار کہ یان
سمین و خشت کو ولولے آئے

ہے عجب آب خنجر قاتل
جسکے یہ آئے تا گلے آئے

جنبۂ عنقا کیطرح سے گوشہ گیری ختم ہے
اُنپہ بے دام و قفس گو یا میری ختم ہے

کی ہے جسنے یار کو در کی گدائی اختیار
بادشاہی ہے تمام اُسپر امیری ختم ہے

جو تمھارے دلمین ہے وہ سب ہمین معلوم ہے
ہمپہ فیض عشق سے ہر شے خصیری ختم ہے

جبتلک محو فنا بالکل نہو چھوڑے ہاتھ
واقعی رنگِ حنا پر دستگیری ختم ہے

جائے پیر چرخ کو دک مزاجی دخل کیا
گرچہ ہے پیر تو ایسا کہ پیری ختم ہے

کہتے تھے الفقر فخری جس فقیری کو نبی
فخر دین فخر جہان پر وہ فقیری ختم ہے

کہتے ہین اہل سخن تیرا سخن ستکر ظفر
بس یہان طرز ظہوری و نظیری ختم ہے

سر جو زیر تیغ سے تیری وہ اے قاتل کھینچیگے
کیون خجالت سر بزانو تنگ عاشق بیدل کھینچینگے

ہونگے مصروف محو حیرت دیکھ کے تیری صورت کو
منھ کیا جو تصویر کو ئی وہ تیرے مقابل کھینچینگے

ایک میدصل تیری دیکھے کبتک دنیا مین
لاکھون رنج جدائی کے یہ تیرے مایل کھینچینگے

وہ وہی نکلن ہو جائیگا اپنے حق مین خلد بریں
تجکو جہان آغوش مین ہم اے حور شمایل کھینچینگے

لگتے ہی غم تیغ ستم کے ہوگا انکا کام تمام
عرصہ کیا ہمکو کوئی دم کا تیرے بسمل کھینچینگے

کرتا ہی کیون دست درازی انکی زلف مشکین سے
دیکھ کسی دن تجسے تیری خوب وہ ایدل کھینچینگے

دیکھینگے تاثیر نہ جبتک دلمین ظفر کچھ عشق کی ہم
دل سے آہ بے اثر اپنے کیون لا حاصل کھینچینگے

کہتا خورشید فلک سے بھی ہو وہ شاہ سوار
کہ تو لیکر مری شمشیر و سپر چل آگے

وحشت میں دم نہیں لینے مجھے دیتی وحشت
یہی کہتی ہے کہ اے خاک بسر چل آگے

کہتی ہو کوچۂ قاتل میں اجل عاشق سے
تو نے گر مرنے پہ باندھی ہے کمر چل آگے

رہِ تا امن ہے یہ منزلِ ہستی عاشق
تو ٹھہر نیکا یہاں قصد نہ کر چل آگے

بیٹھیرتے ہو کہ اس ابرو کا ہو تم پھر جس پہ
گئی تلوار کئی بار ظفر چل آگے

دل کو دیتا ترا مہجور دلاسے یوں ہے
آج ہے وصل ہوا امید خدا سے یوں ہے

بخت برگشتہ کی ہے یہ بھی ہماری تاثیر
پھر گیا اپنے جو وہ عہد و وفا سے یوں ہے

نہیں بچنے کا تری ہاتھ سے کوئی عاشق
ہوتا معلوم ترے جور و جفا سے یوں ہے

آئی شامت ہے ہمالے دلِ سودائی کی
یہ الجھتا جو ترے زلف دوتا سے یوں ہے

اور بیمار کرے جیسے غذا سے پرہیز
تیرے رنجور کو پرہیز دوا سے یوں ہے

گر نہو وصل تو ہو ہجر میں عاشق کا وصال
یوں ہیں ہوجاتے جو قسمت میں بلا سے یوں ہے

اے ظفر رشک سے دل کیونکہ نہو خون کہ حنا
ہاتھ لیٹی ہوئی اسکے کفِ پا سے یوں ہے

دل میں وہاں ہمارے صفائی کچھ اور ہے
مسجد سے اٹھکے آئے جو بیت الصنم میں ہم

اور اپنے یاں خیال میں آئی کچھ اور ہے
دیکھا تو واں ظہور خدائی کچھ اور ہے

چشم ساقی کا کرشمہ دیکھنا اک جام مین
مست ہین افلاک کے ساتون طبق بہجانتے

یاد مین اُس قامتِ رعنا کی غیر از یک الف
ہم نہ تھے مکتب مین بھی حرف سبق بہجانتے

تم نکل بھاگے بغل مین سے کیکی شاید آج
ہم ہین چہرے پر تمھارے یہ عرق بہجانتے

دشمنِ جان ہو گئے ناحق مری اک بات پر
واہ ہو تم دوستی کا خوب حق بہجانتے

ہو گیا فیضِ تصرف ملک دل پر یار کا
اے ظفر ہم اُسکا ہین نظم و نسق بہجانتے

زلف کا حلقہ نہین رخنہ نظر پڑتا ہے
مگر اُس حسن کے دریا مین بھنور پڑتا ہے

ہے جو منظور نظر وہ ہی نظر آتا ہے
آنکھ پڑتی ہو جدھر دھیان جدھر پڑتا ہے

طلبِ بوسہ پہ کیا کوئی بڑھے منہ اُسکے
گالیون پر وہ ستمگار اکڑ پڑتا ہے

شام سے صبح تلک بستر آرام پہ رات
چین تجھ بن کسے اے رشک قمر پڑتا ہے

قصد جانیکا ہی کس شوخ چمن کیجانب
کہ قدم جلد ترا باد سحر پڑتا ہے

کو دکِ اشک کو دیتا ہی جو تو گھر سونگا
تو گلے میرے وہ اے دیدۂ تر پڑتا ہے

مگر اسکی ہی نزاکت سے لچکتی کیا کیا
سایۂ زلف کا بوجھ اُسپہ اگر پڑتا ہے

نہ کرون کیونکہ غمِ یار کی خاطرداری
کام تو اُس ہی سے مجھے آٹھ پہر پڑتا ہے

دل و دلدار کو آپس مین سمجھ لینے دی
دیکھ تو بیچ مین کیون انکے ظفر پڑتا ہے

ره بعید میں دل یار ہ قریب میں ہے
بسوئے ہی جائیگا منزل کو گر نصیب میں ہے

عجب طرح کا ہے عالم کہ محو ہو جاتا
ہر ایک آن کہ اس منزل عجیب میں ہے

تر و مریض محبت کو جس سے ہو صحت
سو وہ دوا ہی نہیں نسخۂ طبیب میں ہے

جو میرے نالہ کو کشش ہے مشق نے تاثیر
اثر دہ کا ہیکو دم و عندلیب میں ہے

فلک نہ اتنا ہو سرکش کہ پست ہو جاتا
ابھی تو ایک سری آہ کی جریب میں ہے

کر ہے نالہ سے صد فوج غم صفا دل
یہ بان کا ہیکو آواز ہر نقیب میں ہے

گلے کا ہار نہو میرے کیونکہ دست قضا
کہ ہاتھ ڈالتا وہ گردن رقیب میں ہے

ہزار طرح کی ہیں یوں تو خوبیاں یکجا
مگر وفا ہی نہیں ایک اس حبیب میں ہے

ظفر ہو کیونکہ دل ناتوان طور عشق
کہ اتنی کا ہیکو طاقت اب اس غریب میں ہے

ہزار لے ظفر چرخ اسکو مہین دکھائے
خدا پر نظر رکھ نگہدار دہ ہے

مناسب ہی تجھ اس مبتلا کو منھ دکھانا ہی — کہ اک بن ای بت کا فرخدا کو منھ دکھانا ہی
نکال ای بیوفا منھ سے نہ حرف اشنائی تو — تجھے گر اشتیاق با وفا کو منھ دکھانا ہے
اٹھا دیتا ہی پردہ منھ سے داغ دل جو پیا کا — تو شکل ہوتا خورشید جزا کو منھ دکھانا ہے
برابر چشم آئینہ مین خوب و زشت ہین یوں تو — دکھاؤ وان جسے اہل صفا کو منھ دکھانا ہے
کبھی آغوش مین ہرگز نہ آیا ہمنہ آدیگا — کہ بھاتا دور سے اس مہ لقا کو منھ دکھانا ہے
ترا غمزہ ہو ظالم وہ کشیدہ ایک عالم کا — کہ شکل سامنے جسکے قضا کو منھ دکھانا ہے

جہانتک ہو سکے دریای غم مین دست و پا مارے
تمھین تو ای ظفر اس اشنا کو منھ دکھانا ہی

برگ گل کیا نازک اسکی نازکی کے سامنے — اور نسرین غنچہ کی کیا اسکی ہنسی کے سامنے
ناصحا بنجائیگا دیوانہ میری طرح سے — تو بھی جائیگا جو اس رشک پری کے سامنے
جھڑ گئی سو بار شیخی ابر دریا بار کی — ایک پل مین میرے اشکونکی جھڑی کے سامنے
ہوشیار دنکو کر بیہوش چشم مست سے — جب وہ آجاوے شراب ناب پی کے سامنے
مارے خجلت کے زمین مین گر گیا شمشاد بھی — بارہا گلشن مین اس سرو سہی کے سامنے
کوئی منصف بھی نہین کہہ سکتا کچھ انصاف سے — ای ستمگر اس تری نامنصفی کے سامنے

موے سر مین خط فرق سمین کی روشنی | ابر مین ہے ایک برق شعلہ زن کی روشنی

مطلع ثانی

آگے اُس رُخ کے مہ چرخ کہن کی روشنی | یون ہے جیسی صبح صحرا انجمن کی روشنی
تو اگر دکھلائے دندان مصفّا کی چمک | غرق اب شرم ہو دُرِّ عدن کی روشنی
شعلۂ فانوس کے مانند سوز عشق سے | داغ نے پیدا مرے زیر کفن کی روشنی
اس دل سوزان کی عالم مین ہے روشن چراغ | ہوا اسی کی کچھ مری بیت الحزن کی روشنی
یون چمک ہے کان کے موتی کی زیر زلف یار | جسطرح ہو اسکو کالے کے من کی روشنی
لالہ گلسا نے جوش چراغان کیطرح | خوب تربت پر ترے اے کوہکن کی روشنی
یون مری گریہ سے چمکا حسن انکا جیسے مہ | صاف بارش مین مہ چرخ کہن کی روشنی
عارض پر نور اسکا دیکھا گر اک ذرہ نور | پھر گل خورشید سے دیکھو چمن کی روشنی
آفتاب حشر سے کچھ کم نہین داغ جنون | واہ ری مجنون ترے دیوانہ پن کی روشنی

نام روشن حشر تک انکا رہیگا اے ظفر
دی خدا نے جنکو عالم مین سخن کی روشنی

رعد ہے خاموش آگے نالۂ پرشور کے | ہو دل سی ہر حرص اُڑتی ہین گھٹا گھنگھور کے
پھر زمین سے اُٹھ سکا ہرگز نہ تیرا آستانا | وہ کیا جو عکس سے مژگان چشم حور کے
بوسہ انکا لیکے چوری سے ڈرے کیونکر نہ دل | جی مین اک دھڑکا سا رہتا ہے مقرر چور کے

بتا وہ کیونکہ جبین جنکے سر پہ اے قاتل ہمیشہ موت تیرے آستان پر کھیلے

ظفر وہ کھیل کھلاڑی کا پھر چھپے کیونکر
جو کر کے ظاہر اسے اک جہان پر کھیلے

دی ہے ہر بات مین قاصد مجھے پیارے دھوکے پھینکدون خط کو نہ کیون حرف کے مارے دھوکے
چشم پر آب ہون مین اسلیے وقت پاپوس جاہتا ہون کہ پیون پانون تمھارے دھوکے
تو ہو میخوار تو کیونکر نہ بھرے مے ساقی شیشہ و جام کو دریا کے کنارے دھوکے
نہین معلوم کہ ہے مدّ نظر کیا تجکو ڈالتے جی مین ہین یہ تیر شکارے دھوکے
اُس سی باغ مین پڑ جاے نہ کیون سنبل تر اپنی زلفون کو وہ جبوقت سنوارے دھوکے
ماہ تابان ہے کہ ہے عارض روشن تیرا دیکھکر رات کو کھاتے ہین ستارے دھوکے

ابر رحمت سے عجب کیا ہے جو کر دی وہ سفید
اے **ظفر** میری سیہ نامہ کو سارے دھوکے

لڑائی میری اُسکی کیا کہون کس بات مین پھیلی یہ قحط سب عدو کی آمد سوغات مین پھیلی
کوئی پھیلا ہوا بجال جیسے صید خاطر تمھاری لف ہے اسطرح دلکی گھات مین پھیلی
شفق شام و سحر پھولی فلک پر جسکی سرخی سے مرے نالون سے ایسی آگ ساری رات مین پھیلی
نہین یہ برق گر ابدال سراسر مانگ مین اگنی مگر فوج سکندر ہے یہ ظلمات مین پھیلی
بجاے آب خون میرا ملا اس رنگ سے قاتل کہ مہندی ہو کے پتلی خوب تیری ہات مین پھیلی

ناظم کہا ہے تین ہم نے غزل تازہ
گل بنا دوز محبت سے کھلائی جاتی

دیکھا

ابرو کیا شکنائی ہے دل کے لیے
واشد گمان ہے ہے غنچے کے لیے
دل میں خیال تیغ دو ابرو سے غمزہ ہے
تصویر کا ہے کیا ہے ترے کے لیے
ہر ناتری نگاہ کا ظاہر کرے ہے کیا
کوئی نہیں بیاض ہے
کیا چاہیے تجھ کی رشتے کے لیے
ابتک گرا نہیں یہ اسی سے ہے کیا
ماند فلک عصا ہے کمری ہاہ کے لیے
ہیں اپنے سوز عشق کی تقریر کے لیے
شانہ نہیں ہے زلف گرہ گیر کے لیے

ظلم دیوان ظلم

تا بارش کا کھو ابر سیہ سے باندھے
پر وم گریہ نہ ضدا برمژہ سے باندھے
دست مژگان سے کہا طائر دل اڑ جائے
پر پرواز جو تو تار نگہ سے باندھے
تیری عارض کا تصور جو بندھا ساری رات
ٹکٹکی ہم رہے رخسارۂ مہ سے باندھے
خوش نمود وہ کبھی گر باندھے لے اکسیر کی پوٹ
جو کہ پڑے یہ تری خاک سرہ سے باندھے
رکھے تعظیم سے نامہ ترا سر پر عاشق
خواہ دستار سے وہ خواہ کلہ سے باندھے
دل کئی جائے سے ٹوٹا ہی بندھے یہ کیونکر
کوئی جبتک کہ نہ دو چار جگہ سے باندھے

چشم قاتل کو ہے منظور صف جنگ ظفر
صف نہ کسطرح وہ مژگان کی سپہ سے باندھے

ٹھنڈی ٹھنڈی جو کوئی سانس ہے آئی جاتی
ولمین ہے آگ مرے اور لگائی جاتی
رفتہ رفتہ ہمین ظالم روش نقش قدم
خاک مین ہی تری رفتار ملائی جاتی
عندلیبو کوئی دن اور ہی گلشن مین بہار
دیکھو ہے باد خزان خاک اڑائی جاتی
ہوگیا آہ کا بھی منہ سے نکلنا موقوف
ولمین ہے اپنے محبت جو سمائی جاتی
اتنی ہی اور بھڑکتی ہے سوا آتش دل
چشم جتنی ہے وہ رو رو کے بجھائی جاتی
خط مین اپنی ہی وہ نوخط مجھے لکھتا جاتا
میری تقدیر ہی جو اسکو پڑھائی جاتی
بو نسیم چمن اس گل کی جو لاتی ہے کبھی
ہے وہ کچھ لطف سے ہمکو بھی سنگھائی جاتی
اے مسیحا نفس آتی ہے ترے سنکے خبر
رہگئی جان ترے بیمار کی آتی جاتی

ہوئی عاشق کسیلیے صورتِ تسکین ہائے
تو وہ پہونچا تری تصویر پر جا پہونچی

کی جو شکوں نے دمِ گریہ کمی آنکھو نمین
تو وہین بس مدِ خون جگر جا پہونچی

اے صبا ہوگا نہایت ترا احسان ہم پر
کوچۂ یار مین خاک اپنی اگر جا پہونچی

پھر تو سو بار پکارا وہ بولے گھر مین
کان مین اُنکی جو آواز ظفر جا پہونچی

ہم اُس کافر کے ہاتھ اول دل و جان بیچ ڈالینگے
دل و جان بیچکر پھر دین و ایمان بیچ ڈالینگے

ہمارے جنس دل کا گر خریدار آئیگا کوئی
نہین ہم دیکھنے کے نفع نقصان بیچ ڈالینگے

نہ قیمت دیسکینگے وہ تمھارے دردمندونکی
اگرچہ جوہری سب اپنی دوکان بیچ ڈالینگے

نہین ہم چھوڑنیکے تیرے سودائے محبت کو
کہیگا تو کہ بیچو آپکو یہان بیچ ڈالینگے

تری خاطر سے جی دیدینگے اپنا نیم غمزہ پر
ہم اس جنس گران قیمت کو ارزان بیچ ڈالینگے

تمھاری خاکپا کی رو برو کیا قدر سر کی
اُسے مٹی کی مول اہل صفاہان بیچ ڈالینگے

بر نگِ شمع لے کر مول وہ اسکو جلا ینگے
ظفر دل بنا جسکے ہاتھ ہم یان بیچ ڈالینگے

بلا سی میری چھاتی پر اگر وہ رکھ کے کہل بیٹھے
مگر اُسکے نہ پہلو مین قریب سنگدل بیٹھے

تری باتھونکی قربان کیون نجاؤن اے کمان ابرو
مرے سینہ مین کیا کیا تیر تیرے متصل بیٹھے

یہ حالت ہے تری بیمار غم کی ناتوانی سے
نہین طاقت کہ جو اٹھکر ذرا وہ منصل بیٹھے

جسوقت ہین نماز مین ہم اُٹھتے بیٹھتے
الفت کا تیری بھرتا ہین دم اُٹھتے بیٹھتے

ہم ضعف سے ہین ریگ کی دیوار کیطرح
سو بار دقت درد الم اُٹھتے بیٹھتے

ہوتے ہو چلتے پھرتے اگر آئے ہو یہان
غیر و نمین تم ہو ہائے ستم اُٹھتے بیٹھتے

بیطاقتی سے اپنا ہی یہ حال ہے صنم
مشکل سے ہین خدا کی قسم اُٹھتے بیٹھتے

تشبیہ دیتے قامت جانان سے ہم انھین
گر سرو بوستان ارم اُٹھتے بیٹھتے

ہے شیخ و برہمن کی رفاقت سے یہ غرض
ہو جائے سیر دیر و حرم اُٹھتے بیٹھتے

مثل غبار راہ ترے ناتوان عشق
ہستی سے پہونچی تا بعدم اُٹھتے بیٹھتے

جاتا صنم کدہ مین ظفر گر مرا صنم
تعظیم کو سب اُسکی صنم اُٹھتے بیٹھتے

کرتے ہین یار باہم تدبیر اپنی اپنی
لیکن جدا جدا ہے تقدیر اپنی اپنی

وہ ابرو اور وہ مژگان وہ غمزہ کاہین اُسکی
کرتے ہین تیز مجھپر شمشیر اپنی اپنی

دل زلف مین پھنسے تو یہان سو اسیر کاکل
پہچانتے ہین دونون زنجیر اپنی اپنی

صورت دکھا دی اپنی اُن خوبرو نون نے
کھینچوائی ہے جنھون نے تصویر اپنی اپنی

گریہ و نالہ دونون پیدا ہون ایکدل سے
لیکن الگ الگ ہے تاثیر اپنی اپنی

سنتا ہون ناصحونکی مین کب نصیحتونکو
بیٹھے کیا کرین وہ تقریر اپنی اپنی

یہ منزل فنا ہے اے غافلو نہ خوش ہو
محکم بنا بنا کر تعمیر اپنی اپنی

وہ اُلٹی کا پیکو سمجھے ہماری سیدھی بات
جو اُن سی کی سمجھ ہو ہمنشین اُلٹی

نصیب اُلٹے مرے ایسی تیرے دو دیکھین
اجل بھی پھر گئی آکر مرے قرین اُلٹی

کسی سے حرج کو ہو راستی کسی سے کجی
چلے ہے چال یہ سیدھی کہین کہین اُلٹی

جہان مین نام جو روشن ہو راستی کا تیرے
تو سرنوشت ہلاسے ہو جون نگین اُلٹی

جو ہوتے بخت نہ برگشتہ اے ظفر ہمسے
تو پڑتی کاہیکو قاتل کی تیغ کین اُلٹی

آہ کب سینہ سے اے ہمنفسان نکلے ہے
دل مین اک کسک سی ہر دمو اں نکلے ہے

چرخ کھینچے ہو مرے سر پہ یہ کین شمشیر
شب ہجران مین کہان کا یہ نشان نکلے ہے

آہ سوزان سے جلا دیتا ہو گھر کتنے ہی
جسطرف کو کہ ترا سوختہ جان نکلے ہے

دل کی حسرت نہ نکلتی ہی ہماری تجھن
اشک خون چشم سے اور دلسے فغان نکلے ہے

قفس دام سے صیاد اسیرونکو نکال
کہ ہمارا ئی ہر گلشن سے خزان نکلے ہے

مُنھ سے کیا بات نکالے کوئی اُسکے آگے
وان تو اک حرف پہ گردن سے زبان نکلے ہے

سر کے بالو تین و بسند و بھری مانگ ہے یون
جسطرح ابر مین گردون سے کمان نکلے ہے

اہل دنیا کی ملاقات نہین بے مطلب
کہ یہ وہان جاتے ہین کچھ کام جہان نکلے ہے

ڈوبتا ہے جو کوئی عشق کے دریا مین ظفر
نہین معلوم کہ وہ جا کے کہان نکلے ہے

بھاگتا ہے دور کو سن نام سرو دہ جائے ہے
دیکھی حالت جسنے تیرے چاہنے والے کی ہے

ہجر کی شب گرچہ ہے تاریک لیکن اے ظفر
سوز دل سے پاس مشعل اپنے بھی نالے کی ہے

مسی مین تن بدن ان ہی کیا آماہ پُر فن ہے
شب ہجر مین گویا کہ اک بتی سی روشن ہے

مطلع ثانی

جہان صحرا مین ہی ذوق گشت کا دفتر ہے
ترے بے ثبت و یار تسکین ہو ہے کیا ممکن

ہمین ہے تجکو اک پردہ ہوای پردہ نشین عین ہے
نہین ہے کہکو اک پردہ ہوای پردہ نشین عین ہے

نہین کم ہوتی سردی دل ہے تیری سرد مہری کی
اگرچہ سینہ مین اک داغ کہ مشعل سا روشن ہے

نہین اے جنچہ لب تیغین مسی کی تیرے دانو مین
چمن مین جس کی یہ موتیا کے پاس سن ہے

عرق آیا ہے چشم یار پر یون عین گرمی مین
نکل آیا ظفر بادام سے جسطرح روغن ہے

مری تحریر دان اے نامہ بر پہونچی تو ہو دیگی
کبھی اُس بیخبر کو کچھ خبر پہونچی تو ہو دیگی

جگہ دی اسلیے مجھ نظر کو اپنی آنکھو مین
کہ یہ اُسکے کبھی رخسار پر پہونچی تو ہو دیگی

نہو گی رات کو کیونکر فلک پر کثرت انجم
کہ دان تک میری آہ شرر پہونچی تو ہو دیگی

لگایا ہو گا جسکے آگے تمنے جام مے لب سے
لبون پر اُسکی جان دیکھ کر پہونچی تو ہو دیگی

غنچہ کی ہے گرہ کڑی کھلتی
پر نہین دل کی گتھڑی کھلتی

لب لعلین پہ دیکھنا اُسکے
کیا ہی مسی کی ہے دھڑی کھلتی

اُسکی زنبیر در خدا جانے
آج کیون ہے گھڑی گھڑی کھلتی

باندھا ہا رش کا آنسوؤن نے تار
نہین ساون کی چھڑی کھلتی

کھولنا ہو تا دل کا راز تو شمع
رہتی خاموش کیون کھڑی کھلتی

اور عقدہ تو سب ہین کھلجاتے
نہین دل مین گرہ پڑی کھلتی

اشک خون سے مرے گلے مین ظفر
خوب پھولون کی ہے لڑی کھلتی

زیب محفل گرچہ شمع انجمن بھی ایک ہے
ماہ منزل پردہ ماہ سیمتن بھی ایک ہے

دل بچے عیارگی سے کیا نگاہ یار کے
فن عیاری مین یہ مکر و فن بھی ایک ہے

ساقیا لا جام مے اب بھی بہار ہے کشی
گل بھی ہے گلشن بھی ہے اور گلبدن بھی ایک ہے

دشت وحشت مین نہ تنگی سے رہا چھٹا پھرے
وحشیو نہین تیری آنکھون کے ہرن بھی ایک ہے

قد رعنا کی سی تری آہین رعنائی کہان
سرکشی مین یون تو ان سرو و سمن بھی ایک ہے

بات مین انکی دو رنگی ہے کہ مین جو بد زبان
ایک ہے اپنی زبان اپنا سخن بھی ایک ہے

روز اٹھاتا ہو زمین پر تازہ فتنے سیکڑون
فتنہ سازی مین ظفر یہ کم کہن بھی ایک ہے

مطلع ثانی

دیر آنے میں جو تیرے نامہ بر لگجائیگی
تکلیف کیوں کر شاہی سوئے در لگجائیگی

ہوتے کیوں سینہ سپر معلوم گر موتا تیر
تیری تسخیر تکیوں کارگر لگجائیگی

بھولکر بھی یاد کرتے گا گر وہ ماہوش
روتے روتے تمکو ہچکی رات بھر لگجائیگی

ابر کی کیونکر جھڑی جائیگی تھمجب یہان
تیرے اشکونکی جھڑی اے چشم تر لگجائیگی

ناصح بیدرد جب جائیگا میرا اور رد دل
جھوٹ کچھ دل پر محبت کی اگر لگجائیگی

گر بھی فریاد ہوا اپنی تو دیکھینگے ہم
آنکھ تیری کیونکہ شب ای بیخبر لگجائیگی

منھ نہ مہتابی پہ کھول اپنا شب مہتاب مین
دیکھ چشم ماہ کی تمکو نظر لگجائیگی

کیون پھنساتے ہو دل دیوانہ اسکی زلف مین
جان کے پیچھے بلا ناحق ظفر لگجائیگی

عجب وحشی تمھارے نرگس فتان پہ مفتون ہے
کہ ہنسکو دیکھکر دیوانہ بیجا تا فلاطون ہے

وفور اشک سے ہو اب یہ عالم چشم گریانکا
کوئی کہتا ہے قلزم سے کوئی کہتا ہے جیحون ہے

تراحیرت زدہ چپکا پڑا کہتا ہے منھ سبکا
نہ کہتا تھا سبھی وہ ہان ہی کہنا مفت ہے ہرزن ہے

مسی کی ہو دھڑی پر ہو جا ہاں کالا کھا
خدا جانے کہ کسکا آج تمکو قصد شبخون ہے

تری خاطر سے کہتا ہون مجھے اُس سے نہین الفت
کرے کیا لو مرا ناصح اگر ہین عہد دون ہے

عجب کیا پھر آئے گر زمین پر ہمکو سر گردان
کہ رہتا آپ بھی تو اندن گردش مین گردون ہے

ملک دل کی خیر مانگو چلتے ہین مژگان یار
اے ظفر غارتگر دن کا ہے وہ لشکر سامنے

رہگئے شیخ و برہمن تجھسے صنم دور دور
تیرا مقام ہر بر دیر و حرم دور دور

رخ سے پردہ کی جو زلف آئی ہمارے سامنے
تھا یہ شارہ آئینگے شام سحر دور دور

کہتا ہے کیون یہ پھر پھر کہو کہ تیری زلف سے
دکھتے ہین ہاتھ ہم تری سر کی قسم دور دور

دور ہے وہ مسیح دم دیکھیے آئے کب تلک
جائیگا ہجر مین نکل اپنا تو دم دور دور

ہو بحر ہبت پر کہین ورنہ خبر وہ بھیجتے
ہوتا اگر مسافر ملک عدم دور دور

عشق کی راہ مین پڑے جاکے ہو دیکھین حال کیا
بعد کہو ہمین ہیر سا کتنا رنج والم دور دور

دشت جنون مین ہوا گر قیس ہمارا ہم سفر
جا کے پھر آئے اے ظفر یکدو قدم دور دور

کھینچا الفت مین دل سے آہ کا اچھا تو ہے
لگ گیا تیر ترا اے ظالم نہین تکا تو ہے

مطلع ثانی

زلف ہے جا اے اگر دل مانگ مین اچھا تو ہے
وان تو ہے سر بستہ کوچہ اور یان رستا تو ہے

پانچ بھیر اور دیوانہ ہے آیا کون سا
یہ نہین معلوم پر زندان مین مجنون بڑا تو ہے

جلسے اپنا قدر غا یار نے دکھلا دیا
ہو گیا اسد سے نیچہ سرو سمن سیدھا تو ہے

دیکھیے کھلتا ہے کیا گل آخر شب ہے تنگ
ہمنے دل مین تخم الفت کا ترے بویا تو ہے

قطعہ

ہر خیال گردن و چشم اسکا جسکی ہین
بالس اپنے اک صراحی بھی ہے پیمانا بھی ہے

کون ہے سرگرم آرایش کہ جسکے واسطے
آئنہ بھی ہے لیے خورشید اور شانا بھی ہے

منزل ہستی ہے اک غافل نہ پھیلا اپنے پان
یہ سمجھ لے ایک ان یا نے تجھے جانا بھی ہے

اڑکے ہم ہونگے نہین گے روان ہوگا جہان
جس جگہ ہے شمع اسکے پاس پروانا بھی ہے

زیر محراب خم ابرو ہے چشم مست یار
کیا تماشہ ہے کہ اس مسجد مین میخانا بھی ہے

ایدل بیتاب مین کیا خاک سمجھاؤن تجھے
تو نے دیوانے کبھی میرا کہا مانا بھی ہے

گلشن ہستی مین اتنا کھل کھلا کر تو نہ ہنس
ساتھ اس کھلنے کے اک بگل دیکھ مرجھانا بھی ہے

قصہ فرہاد و مجنون کیطرح سے ای ظفر
ہوگیا شہور ایتو اپنا افسانا بھی ہے

الفت اسیکہ مجکو ترے غم کے ساتھ ہے
جبتک کہ دم مین دم ہے یہ غم دم کے ساتھ ہے

ای چارہ ساز زخم پہ میرے نمک لگا
رکھتا لگا دئیے نہین مرہم کے ساتھ ہے

رخسار پر عرق کو ترے دیکھتے ہین ہم
مطلب چمن کو کیا گل و شبنم کے ساتھ ہے

کیا دل کے باندھنے کو ہو درکار ریسمان
وابستہ تیرے کاکل پرخم کے ساتھ ہے

ابرو ہے غرض ترے مطلب فن سے ہے
کیا کام ہمکو کعبہ و زمزم کے ساتھ ہے

جوش بہار گل کا نہ کر دیکھ اعتبار
غافل خزان بھی گلشن عالم کے ساتھ ہے

بہکائے گر عدو اسے بروقت کیا عجب
شیطان ہمیشہ ای ظفر عالم کے ساتھ ہے

برسون کے دو سو ن سے رکے اُسکے واسطے
آنے لگا جو آپکے گھر تین دن سے ہے

دس دس دن ایکماہ میں غائب رہے وہ
چھپتا نہین زیادہ قمر تین دن سے ہے

اک بوسہ لفظ وعدہ کا وہ دیتا نہین ہمین
بتلاتا روز و شام و سحر تین دن سے ہے

اکر سوم مین کشتہ کے تو اپنے دیکھ لے
برپا جو ایک فتنہ دیگر تین دن سے ہے

ظالم خدا کے واسطے جلدی سے آنکھین
تجھ بن تڑپ رہا یہ ظفر تین دن سے ہے

نہ دیا بوسہ کبھی منھ نہ لگایا منھ سے
اور وہ ناحق ہمین کہتے ہے کیا کیا منھ سے

بل بے رنگین سخنی واہ رے انداز سخن
غنچہ پھول ترے جھڑتے ہین کیا منھ سے

گھونٹ گھونٹ آپکو پیتا ہی کوئی اپنا لہو
نہ رقیبو نہین لگا ساغر صہبا منھ سے

ہو زنخدان سے خجل سیب تو پستان سے انار
منفعل چشم سے بادام تو پستا منھ سے

وصف خال دہن یار مین کوئی نکتہ
نکتہ چینو نہین کبھی ہین نہین کہتا منھ سے

طلب بوسۂ لعل شکرین پر اپنے
مجھپہ کیا کیا نہین ہر اپنے اگلا منھ سے

کیا نصیب اپنے بُرے ہین کہ کسی بات پہ بھی
نہ کہا یار نے ہمکو ظفر اچھا منھ سے

وہ بام پہ جو کبھی بے نقاب ہوتا ہے
تو آسمان پہ خجل آفتاب ہوتا ہے

مطلع ثانی

گر محبت مین تجھے مد نظر اور ہی ہے
تو گئی دل پہ ہمارے بھی گذر اور ہی ہے

دیکھین کس کس کو ڈبوئے مرا طوفان شک
آج گریہ ترا اے دیدۂ تر اور ہی ہے

میہمان خانۂ ہستی مین لگا جی کو نہ تو
کہ جہان رہنا ہمیشہ ہے وہ گھر اور ہی ہے

زلف و رخ کا ہے ترے جسکو تصور دن رات
شام کچھ اور ہی ہے اُسکی سحر اور ہی ہے

خط کیا اُسنے بلا سے مرا نکرے نہ نکرے
خیر قاصد کی ہو مجکو تو خطر اور ہی ہے

دامن دشت مین آندھی سے کہان اتنا غبار
خاک اوڑاتا یہ کوئی خاک بسر اور ہی ہے

آبداری کو کہان اشک کے پہونچے موتی
جوہری دیکھ یہ خوش آب گہر اور ہی ہے

کیا عجب گر رخ خورشید یہ آجاے عرق
رکھنا گرمی یہ مرا داغ جگر اور ہی ہے

کوئی تو ماہ لقا تو نے بلایا مہمان
روشنی آج ترے گھر مین ظفر اور ہی ہے

حباب آسا ہے جو اکرم ہوا کا کارخانہ
کہ جاری بحر ہستی مین فنا کا کارخانہ ہے

مطلع ثانی

نہ پوچھو کیا بتان خود نما کا کارخانہ ہے
دو بت ہے اور نہ بتخانہ خدا کا کارخانہ ہے

جلا ہوتی ہے خاکستر سے یا آئینہ کو دیکھو
تماشہ ہے کدورت مین صفا کا کارخانہ ہے

ظفر بیخود کہین دنیا کی تو الیہ بھی جانا
ذرا ہشیار رہنا یان دغا کا کارخانہ ہے

نہین رہتی ہمیشہ ایک سی رنگت زمانہ کی
کچھ اسکے رنگ مین بوقلمون کا کارخانہ ہے

قطعہ

بہت دور کی سوجھتی ہے جو ایسی
نہین دل کی یہ دور بین ایسی ویسی

دلا بات مطلب کی اہین ہے چُن لے
کہ سُن تو جہان اور چنین ایسی ویسی

بتا کیا کرین ہم جو بنجائے ہمپر
محبت مین ای ہمنشین ایسی ویسی

خو بو سے اُس زلف مشکین کے ہمسر
صبا نکہت مشک چین ایسی ویسی

زیادہ ہے برش مین تیغ اجل سے
نہین تری شمشیر کین ایسی ویسی

خدا کے لیے ای ظفر اُنکے آگے
نہ کہ بیٹھیو تو کہین ایسی ویسی

بلا سے کنج تنہائی مین تنگی سے گذرتی ہے
جہان دو چار مین دل خانہ جنگی سے گذرتی ہے

ہجوم خال و خد سے یار کے دل بھاگ اٹھا
اب اسپر دیکھیے کیا اس فوج زنگی سے گذرتی ہے

خوش آ گیا زمانہ کو کسیکی طرز یکرنگی
عزیز و راستون اسکی روش رنگی سے گذرتی ہے

وہ صورت یاد آتی ہے تو پھر کیا کیا مرے دل پہ
مرقعہا چینی و فرنگی سے گذرتی ہے

یہ ہے وہ فاختہ دنیا خدا آتی ہین جس اسے
دورنگی کی مگر خوبی اس دنگی سے گذرتی ہے

رہے ہے دل سدا بیہوش دیکھین کیونکر ایسی تنگی سے گذرتی ہے
ہماری دیکھیو کیونکر ایسی تنگی سے گذرتی ہے

خدا جانے ظفر ملک عدم کو رہنے والون کی
فراخی سے گذرتی ہے کہ تنگی سے گذرتی ہے

بتان وہ جو مجھ پہ مین بے دید بلند تھے
دل سے نہی اک اپنے مین امید بلند تھے

لے ظفر جا و دل دیوانہ کو ڈھونڈھو کہین
ہے خدا جانے کہان مدت ہوئی اسکو گئے

ہمنے ہی خوب اسکی طرز نا پہچانی ہوئی
چال پہچانی ہوئی آواز پہچانی ہوئی

دیتا پردیسین محبت کی ہی تو کیا ہمکو دم
تیری دم بھرتی ہی اے دم باز پہچانی ہوئی

کچھ نہین دیدہ و دانستہ وہان ہرگز سوا
ہمنے تری خاک شہید ناز پہچانی ہوئی

تیری طرز آمیز ہاتونکی ہمین پہچان ہے
ہمنے خو تیری ہی اے طناز پہچانی ہوئی

مرغ دل جاتا ہی میرا اسکے مرغ نامہ بر
میں نی تیرے پیرو از پہچانی ہوئی

آسمان کرتا ہی سن سنکر مری نالونکو رقص
اسنے ہرچند کیا صد آسماز پہچانی ہوئی

زرد نے رخسار کو اپنی چھپاؤن کیونکہ مین
لے ظفر ہے سب کی یہ غماز پہچانی ہوئی

ساقی نے بھر کے مے سے میخانیکے پیمانے
مستون نے کیے خالی میخانیکے پیمانے

جو دیدہ آہو ہین لبریز ہے وحشت
ہین واسطے وہ تیر دیوانیکے پیمانے

صیاد خدا سے ڈر کیون کرتا ہی کم انکو
مرغان قفس کے ہین جو دانیکے پیمانے

کیون چھوڑتا ہی تو ایدل تو بلونکو اپنے
پھر ایسے نہین تیرے ہی یار آنیکے پیمانے

اک گھونٹ نہین لیتے پیمانے سے وہ میرے
اور ہاتھ سے ہین پیتے بگانیکے پیمانے

دل میرا اگر کاسہ غم کھانیکو ہے میرے
تو آنکھین بھی ہین آبکو پیمانیکے پیمانے

شام تو در ہے گر قصد دیارِ جانان
پہونچ جائے کو ظفر تا مرِ منزل دن ہے

جب حضرتِ غم لے کے کاشانے مین جا دھمکے
بستی ہے ہم اے وحشت ویرانے مین جا دھمکے

یا تو نہ پھٹکتے ہم اے یار ترے در پر
لیکن ترے در بانکے یارانے مین جا دھمکے

گر حضرتِ عشق آکر دن کو گل و بلبل مین
تو رات کو وہ شمع و پروانے مین جا دھمکے

کیا دخلِ کفِ دخترِ رز محفل سے نکل جائے
شیشہ سے اگر نکلے پیمانے مین جا دھمکے

آنے ہین کسی تر یون گھر مین سے ترشمن
اے دہشت گر آنکو دھمکانے مین جا دھمکے

ساقی یہ ترا دریکش سب عالمِ بالا پر
کیا نشہ صبا کی چڑھ جاے مین جا دھمکے

مسجد سے قدم باہر رکھتے تھے نہ تم اپنا
بتلاؤ ظفر کیونکر میخانے مین جا دھمکے

صحرائی مین تمھارے ہم چشم ترحمان بیٹھے
وہان اس بارش کے سے کتنے ہی مکان بیٹھے

گر کہتے گذر در کشتی ہی یان سے گذر نکو
سر رہ ہین بر نگ نقش پا رفتگان بیٹھے

جو تو آئی تو اٹھ بیٹھے خوشی ہی ذرا کیا طاقت
گر اٹھکر بستر غم پر یہ تیرا ناتوان بیٹھے

رہے جب آسمان اٹھون پہر یان آ پہ چکر مین
تو کوئی جین سے کیا خاک زیر آسمان بیٹھے

ستمگر اور بھی تو عاشقِ جانباز پر اپنے
کہ دلمین ہو اتھوں کے ڈر ترا او دستان بیٹھے

ستم ہو غیر کی تعظیم ہم اٹھ اٹھکے دیتے ہو
ہمہ آنکھون سے ہین اپنی دیکھیے اے مہربان بیٹھے

غزل ظفر بند

نہ بھرو دمبدم ظفر آہین
جب رہو کوئی دم خدا کے لیے

نہ پوچھو ہمسے تم دل کی حقیقت کہہ نہین سکتے
کہین کیا وہ جو ہی ہمپر مصیبت کہہ نہین سکتے

کہا تھا بزم مین جب غیر کو کچھ پیار سے تم نے
ہوئی تھی اپنی جو اُسوقت حالت کہہ نہین سکتے

خفا تو ہو کے جو کچھ چاہتا ہی مجھکو کہتا ہے
مگر کچھ ہم تجھے اے بیرحم کہہ نہین سکتے

وہ جبتک صاف تھی جو جاہتے تھی صاف کہتے تھے
اب ایسی آگئی دلمین کہ دل کی بات کہہ نہین سکتے

کہین کیا یہ دمِ تو اسی حسرت مین مرتا ہین
کہ جو کچھ ہی ہمارے دلمین حسرت کہہ نہین سکتے

کرے ہے زلف رگ گوشی ہمیشہ اور ہم گاہے
ترے کچھ کان مین کان ملاحت کہہ نہین سکتے

ہماری سوزش دل بن کہے جون شمع روشن ہے
زبان ہے گو کہ ہم سوز محبت کہہ نہین سکتے

جب اُنسے چاہتے ہین ہم کہین کچھ حال دل اپنا
تو پھر ہوتی ہی یہ گریہ کی شدت کہہ نہین سکتے

ظفر جیسے کہ وہ مست تغافل خو ہمین آیا
ہوئی ہی تب ہے ہمکو ایسی غفلت کہہ نہین سکتے

پر ابھی وقت بعضا بھی ایسا کام آتا ہی
کہ جیسے مفلسی مین کھوٹا پیسا کام آتا ہے

بنا یکبار کیا کام دل بلکہ بگاڑ یگا
مجھے معلوم ہی وہ اسکو جیسا کام آتا ہی

سمجھتے مال دنیا کو ہین سب کچھ کام آئیگا
کسی کے بھی نہین ایسا پیسا کام آتا ہے

کرے ہے مجھسے وہ خود کام کو آزردہ نا حق
مری بدبخت دل کو دیکھ کیسا کام آتا ہے

خواب عدم سے پہلے غم عشق چاہیے
کیون کھیے صبح پر ابھی جب کر سوئیے

ہے قہر تیرا کہنا یہ بستر پہ ہو کے گرم
اگری مین آپ مجھسے چمٹ کر نہ سوئیے

جھگڑے مین عاشقی کے ہو سونا کہان ظفر
جبتک کہ خوب اسسے نپٹ کر نہ سوئیے

جب سے اس دلبر سفاک پہ مائل دل ہے
بنگیا میرا کشندہ مرا قاتل دل ہے

تیرے کوچہ کے سوا گر چمن خلد بھی ہو
ہوتا خوشتر اپنا کب اسی حور شمائل دل ہے

یار بوسی کی تمنا مین ترے اے قاتل
لوٹتا خاکپہ کیا صورت بسمل دل ہے

دیکھیے کیا ہو خدا خیر کرے پھر تنہا
فوج مژگان سے ہوا اسکے مقابل دل ہے

ہوگئی جان بھی کا کل مین گرفتار کمند
تیری زلفونمین جو یا بند سلاسل دل ہے

وہ اگر دلپہ مرے ظلم و جفا کرتے ہین
خوب کرتے ہین اسی ظلم کے قابل دل ہے

روش غنچہ تصویر ہے واشد دشوار
تیری عاشق کا عجب عقدہ مشکل دل ہے

کیون نہ بیدل ترے جانیسے ہون اہل محفل
ساری محفل کا تو اور رونق محفل دل ہے

دیکھنا جس کو ہو منظور وہ دیکھے دل مین
ظفر اس ماہ دل افروز کی منزل دل ہے

یار گر ضامن ہو دلکا کیا جانیکی جا
وہ ضمانت دی تو سمجھے کیون ضمانت اور کی

جان دون کیونکر اجل کو تیرے غمر کیسوا
اور کو مین کسطرح دیدون امانت اور کی

جمالِ گلرخانِ گلستانِ الٰہی ہے
جدا ہر رنگ ہر گل کا عجب شانِ الٰہی ہے

کیا شکوہ نہ مٹوں اُس صنمِ سنگ سے جب پوچھا
کہا الحمد للہ شکر احسانِ الٰہی ہے

ہم اُس بندہ کے قائل ہیں جو فرمانروائے جہاں
بجا لاتا ہمیشہ دل سے احسانِ الٰہی ہے

دہانِ تنگ اُسکا ہے کہ گویا دُرجِ گوہر
کہ پنہاں جسمیں دُر رازِ پنہانِ الٰہی ہے

خوشی سے روز روز عید ہے جانا ہر دم
محبت میں جو کرتا جاں قربانِ الٰہی ہے

فقیر گر سنہ کو قرب حق سے سیر کر دیتا
کہ جس شب فاقہ ہو اُس شب وہ مہمانِ الٰہی ہے

کہاں ایسا ہمارا منہ کہ ہو جا دے ادا ہم سے
ظفر حمدِ الٰہی وہ جو شایانِ الٰہی ہے

تیرے بیمار کی ہر وقت خبر اور سنی
شام کچھ اور سنی ہمنے سحر اور سنی

نیند آتی نہ تجھے شب کو کہانی میری
اک ذرا تو نے نہ اے رشکِ قمر اور سنی

بات دان ایک ٹھکانے کی نپائی ہمنے
گھر میں کچھ اور سرِ راہ گذر اور سنی

ہمنے کہدی وہ سنی تھی جو حقیقت دل کی
کہو کچھ تمنے کسی سے ہے اگر اور سنی

کوئی تسمیر کہے ہو کوئی خنجر کوئی تیر
تیری ہر شخص سے توصیف نظر اور سنی

کیوں کہا ہمنے سناتے ہو ہمیں گالی
کہکے حاصل ہوا کیا ایک مگر اور سنی

جب سنی اپنی شکایت ہی سنی اسکے سوا
مُنہ سے بات اُنکو نہ کچھ ہمنے ظفر اور سنی

جو دل کہے وہ بیچ ہے سوا اسکے اے ظفر
قائل نہ استخارہ کے ہم ہین نہ فال کے

خوش آتی کسیکو ہین پھولونکی باغ مین بو ہے
سمائی اور ہی اپنے دماغ مین بو ہے

بہای جیسم سے مجنون نے اشک خون شاید
صبا لہو کی جو دامان راغ مین بو ہے

اثر ہے گر دل روشن مین صحبت بد کا
تو کڑوی تیل کی جانو چراغ مین بو ہے

ٹپک پڑا گل رخسار سے عرق کس کے
گلاب کیسی جو ساتی ایاغ مین بو ہے

ہوا نہین ہے جو کم رنگ گل گلستان سے
تو پھیرتی کسکی صبا پہ سراغ مین بو ہے

بسا ہو دلمین مرے کوئی شاخ گل رخسار
بہ رنگ گل جو مرے دلکی داغ مین بو ہے

وہ خاکسار ہون مین بھی کہ عطر گل کی ظفر
مہک رہی مرے کنج فراغ مین یو ہے

داغ ہے خامۂ عریانیمین تن کی بوٹی
اپنی پوشاک پہ ہے خوب پھبن کی بوٹی

چاند تارے کے سوا دیکھتے زیبا ہی نہین
ہم قبا پر کوئی اس چرخ کہن کی بوٹی

کرتی حسرت سے ہے گلہای ارم کو پامال
طرفہ تالین پہ ہے اس رشک چمن کی بوٹی

تار سی آنسو ون کی سوزن مژگان پہ مرے
کاڑھتی ہے مرے دامن پہ کفن کی بوٹی

انجم چرخ بھی ہو جس سے نہ ہمسرہ ہی
نقش پر زر ہے مرے سیم بدن کی بوٹی

حقیقین عاشق کے تر دار وی بیہوشی ہے
سبزۂ خط ہے خط ذقن کی بوٹی

ہے تو کچھ رونق صفائی مین ہے دنکی وہ زبان
خاکدہی دیکھی کدورت مین ظفر اڑتی ہوئی

وہ نہ ہین چار طرف دیکھ بھال کر پیتے
چھپا اُنسے ہین یا وسکو ٹال کر پیتے

کیسے یون لب شیرین سے ہو مہ بوسہ
کلاب جیسے ہین پانی مین ڈال کر پیتے

شراب کو تو بتاتے حرام ہین لیکن
ہمارا خون ہین وہ ہمکو حلال کر پیتے

لگا یا خم ہی کو مُنھ سے رہا نہ ہوش ہمین
کہ بادہ جام مین خم سے نکال کر پیتے

پلاتے ہاتھ سے گر اپنے وہ ہین زہر اب
زلال خضر کا ہم احتمال کر پیتے

پوچھو ہمسے کہ کسطرح سے اُنکے
ہم اپنے آنسو ہین دل کو سنبھال کر پیتے

زیادہ تنگ سے کرتا ظفر نشا پانی
جو خط سبز کا اُسکے خیال کر پیتے

ہوگئے نا آشنا تم آشنائی کیا رہی
جب کدورت بھر گئی دل مین صفائی کیا رہی

دل حوالہ کر دیا جب اُس نگاہ مست کے
اپنا تقوی کیا رہا اور پارسائی کیا رہی

بیٹھے اب باتین بنائین ہم یہان ہو تا تو کیا
بات اپنی جب ہان کچھ بن نہ آئی کیا رہی

جی قفس مین لگ گیا اپنا چمن سے بھی ہوا
ہمکو اے صیاد پروا رہائی کیا رہی

دل کے لینے کو لیے لڑتی تھی آنکھ اُس شوخ کی
جبکہ اُسنے لے لیا دل پھر لڑائی کیا رہی

مجھپہ اک آفت رہی رنج و قلق سوز و شب
اُس مہ بیمہر سے دن جدائی کیا رہا

دل بلا سے اپنا بھلا ہو کہ ہے بُرا
لیکن پسند خاطر یار آگیا تو ہے

کھینچا ہے جبکہ دل کی کشش سے کبھی اسے
کھنچکر ظفر یہاں وہ نگار آگیا تو ہے

لکھ آنکو ای رفیق دلسوز خط کے پیچھے
جلد آؤ تم نہ ٹھہرو اک روز خط کے پیچھے

اس رشک آفتابین پر ہر طرفہ خط کا پردہ
گویا ہر مہر عالم افروز خط کے پیچھے

دو دو جگر سے میرے لے پہلے خط سیاہی
پھر خال رخ ہو ظلمت افروز خط کے پیچھے

عارض کے پیچھے تیرے دل خون ہو گل چمن مین
دیوانہ ہو بہار نوروز خط کے پیچھے

نیرہ گذار دل پر سرمہ کا خط ہو پہلے
پھر ہو نگاہ تیری دلدوز خط کے پیچھے

ہین سب تجھے پڑھاتے جبتک نہین خط آیا
ہوگا نہ کوئی والش آموز خط کے پیچھے

افسوس تم نہ بھیجو اک دن جواب خط کا
لکھے ظفر بیا پے خط روز خط کے پیچھے

جنون نے جبکہ قبا چیر ہاتھ سے پھینکی
اکمال پاؤن سے زنجیر ہاتھ سے پھینکی

تری جو خاک قدم تیرے خاکسار نے
اٹھالی ہاتھ مین اکسیر ہاتھ سے پھینکی

دھری تھیلی رہی تو آگے تیری تصویر مین
اٹھا کے میری ہی تصویر ہاتھ سے پھینکی

ہوا نہ کارگر اک زخم سخت جانون پر
خفا ہو یار نے شمشیر ہاتھ سے پھینکی

حبیب کا ہکشان تو نے ضعف پیری مین
کبھی اے فلک پیر ہاتھ سے پھینکی

تم بن مرا یہ حال ہے انصاف چاہیے | کیون آپکو ملال ہے انصاف چاہیے

مطلع ثانی

کیا میری عرض حال سے انصاف چاہیے | اور تمکو کیا خیال ہے انصاف چاہیے
مین نعل کفش پا کو تری غیرت چمن | کیونکر کہون ہلال ہے انصاف چاہیے
جھگڑا جو مجھ مین تجھ مین ہے مدت سے وہ ابھی | ہو جانا انفصال ہے انصاف چاہیے
ہے روی ماہ خوب مگر روے یار پر | کیا خوب خط و خال ہے انصاف چاہیے
شکوہ نہ کیجے اسکے ستم کا ستم نہین | لطف اُسکا یہ کمال ہے انصاف چاہیے
آئینہ بیجا ہے مقابل جو تجھسے ہو | چابک انفعال ہے انصاف چاہیے
دانتو تلے جو آپکے دو نمین نسبت گہر سے کیا | کچھ بھی نہین وہ مال ہے انصاف چاہیے

یوسف کے حسن کی تو ہے شہرت پر اے ظفر
اُسکا عجب جمال ہے انصاف چاہیے

موتی جو کانمین ترے زہرہ کی شکل ہے | جھومر بھی سر کا عقد ثریا کی شکل ہے
اعجاز نور بادۂ روشن سے بزم مین | ساقی کا ہاتھ بھی ید بیضا کی شکل ہے
جلوہ فروز جیسے ہے گھر مین وہ مہ وشی | اپنا مکان مقام مسیحا کی شکل ہے
چھاتی پہ سانپ لوٹنے سنبل کو دیکھکر | یاد آتی تیری زلف سمن سا کی شکل ہے
کہیے دفور اشک کا کیا اپنے ماجرا | چشم پر آب بنگی دریا کی شکل ہے

وہ جھوٹ سہی جو زمین آسمان ملا دینگے
تو بات جتنے ہین سب ہان مین ہان ملا دینگے

مزا تو آئیگا بوسہ کا جبکہ پیار سے وہ
وہان وہان سے زبان سے زبان ملا دینگے

بلا سے اول اگر قدر وہ نہین کرتے
ہم اور تجکو کوئی قدر دان ملا دینگے

ہوا شگ سرخ بہائینگے روی زرد پہ ہم
تو خوب رنگ بہار و خزان ملا دینگے

کمی کریگا اگر پھیلنے مین ابر سیاہ
ہم اپنی آہ کا اسمین دھوان ملا دینگے

تپائیگا کوئی ہمکو برنگ نقش قدم
ہم ایسا خاک مین اپنا نشان ملا دینگے

بتون سے ملتے ہو جھک جھک کے کیون ظفر اتنا
یہ کیا خدا سے تمھین مہربان ملا دینگے

جب سے اس شوخ ستمگر پہ طبیعت آئی
اک نئی روز مصیبت پہ مصیبت آئی

سوز دل سنکے مرا شعلہ مو کیا تپیا
بلکہ شب شمع کو بھی بزم مین رقت آئی

آیا وہ سرو قد اس ناز سے بالین مزار
سر پہ اس کشتۂ قامت کی قیامت آئی

سچ کیا کیا نہ ستم تیرے ستمگر ہمنے
پر زبان پر نہ کبھی تیری شکایت آئی

صورت آئینہ حیران ہی رہا وہ جسکو
نظر آئینۂ دل مین تری صورت آئی

زلف اس شوخ کی برہم ہی کہا مانہ چھیڑ
دل سودا زدہ ہے کیون تری شامت آئی

کثرت داغ سے دل خوش ہو نہ کسطرح ظفر
ہاتھ دولت یہ مرے عشق کی دولت آئی

سلام

دیکھیے دیتے ہین اب آپ ہمکو کیا سزا
دیدیا دل تمکو تقصیر ہمنے کی تو ہے

زور پر آیا ہے جب سودائے زلف پرشکن
ٹکڑے ٹکڑے ہو تو ہو کر زنجیر ہمنے کی تو ہے

کھینچکر کلک تصور سے بے تسکین دل
یار کی تیار اک تصویر ہمنے کی تو ہے

ہمسے تو کسواسطے خم ابروے یار
اپنی گردن خم بہ شمشیر ہمنے کی تو ہے

گر نہو اُس شوخ سنگین دل کے دلمین کچھ اثر
پر ظفر اک آہ بے تاثیر ہمنے کی تو ہے

جو اُس بت بدکیش مین ہنگام نظارا + ان آنکھون نے دیکھا ہے
کچھ کہیے تو رہتا نہین ایمان ہمارا + جو یہ سنا ہی اچھا ہے

مانی نے بھی چین مانی تری دیکھکے تصویر + اے عالم تصویر
نقشہ ترا نقاش ازل نے جو اُتارا + قدرت کا تماشا ہے

ابرو ہے ستم ناز غضب قہر ہے غمزہ + جادو ہین نگاہین
آنکھین ہین بلا اور تری مژگان کٹارا + آفت کا لگانچا ہے

تیرے رخ روشن کو بنایا ہے خدا نے + کیا طور کا شعلہ
جسنے کہ تجھے دیکھا ہی اے شوخ خود آرا + وہ محو تجلی ہے

میدان محبت مین صف جنگ ہے باہم + پر دیکھیے کیا ہو
مژگان کی ہی فوج اُسکے مقابل مین صف آرا + اور دل تن تنہا

اے ظفر ہے غم شبیر مین رونا گردون
ابر سے یہ جو برستا ہے زمین پر پانی

بزبان بھاکھا

بیم اگن نت موہے جراوے یا کا بھید کہون کاسے
پی ہو پاس تو جی ہو ٹھنڈھا اپنی بپتا کہون واسے
رتیان گجارون رودت رودت دنکو گجارون آہان پھینچ
میرے من کی موسون پوچھو پوچھو میرے بپتا سے
یا ہی برہا درجن ہووے یا ہی برہا سرجن ہووے
ناچھوٹے یا بڑھا موسون ناچھوٹون مین برہا سے
نہین کھلے کچھ اور ہی دیکھون موندون تو کچھ اور ہی اور
کووا کو ساپنچ نجانے دیکھی بات کہون جا سے
من کے اندر پیا قلندر تیرے ظفر وہ آن بسا
کام پڑو جب واسون تہارو کام رہا کیا دنیا سے

مخمس

نگاہ نین جو کچھ راز محبت کہدیا اپنا
تو پھر آنکھون نین کیا کیا بھر خون اما اپنا
کسیکا کچھ قصور اسمین نہین پایا گیا اپنا
لڑا کر آنکھ ہمنے آپ دشمن کرلیا اپنا

نظر کو ناز کو انداز کو ابرو کو مژگان کو

نہین ہے جا چمن تک آپکو ہمیں سمجھتے ہین
جگر کے روزن ہیچ دیدۂ نرگس سمجھتے ہین
یہی ہین یار جنکو رونق مجلس سمجھتے ہین
ہمیشہ کنج تنہائی کو ہم مونس سمجھتے ہین

الم کو یاس کو حسرت کو بیتابی کو حرمان کو

نہ تڑپون خاک پر کیونکر مرے بنگ طائر بسمل
کہ مجھمین سخت جانی سی بنی ہے سخت مشکل
کہی ہین ہمدم پہلو نشین اور ایک میرا دل
جگہ کس کس کو دون یا بھون ہے تیرے ملنے کا دل

کنارہ کو چھری کو بانک کو خنجر کو پیکان کو

فزون عزت ہو کسکی آدمی کی عزت و شانسے
شرف ہی خاک کی تپلے کا جب ثابت ہو قرآن سے
اگر پوچھو کوئی مجھسے تمین کلمہ ہین ایمان سے
بنایا کب ہے بہتر اے ظفر خالق نے انسان سے

ملک کو دیو کو جن کو پری کو حور و غلمان کو

قطعہ

سب کے تم آشنا ہو پر تمکو
بحر الفت مین ہے ظفر سے بیر
فی الحقیقت یہ ہے مثل دو ہی
ر بہ دریا مین اور مگر سے بیر

تضمین در زبان پنجابی

یہ نیان ہر جائی یہ تو سب سے جا ملے | شوق رنگ ناز نرال پھرو گے کب تو ہین اکیلے
یا کسی کو کر رکھو تم یا کسی کے ہو رہو

ایضاً

آنکے ہم دنیا مین پیارے جیسے تھے ویسے ہی رہے

نا کوئی آیا ساتھ ہمارے نا گیا کوئی ساتھ | دیکھ کے ایکلا آپ تو کہدے مل مل اپنو ہاتھ
آنکے ہم دنیا مین پیارے

جنکے پیچھے جگ چھوڑا جنہے اپنا سب کچھ کھویا | انت آسمین ان مین سے نہ اپنا کوئی ہوتا
آنکے ہم دنیا مین پیارے

چھوڑے سب سے دوستی اور چھوڑے سب بالا ساتھ | سب تے چھوٹی رہگئی ہم آپ ہی آپ
آنکے ہم دنیا مین پیارے

بہتا چاہا ہمنے ہو کے جگ دیپ کوئی ہمارا | جب دیکھا کوئی اپنا کنیا سے کنارا
آنکے ہم دنیا مین پیارے

سب کے من مین ہمتے سا ہے اور سب کی کھوٹی چال | کون لگا دی چیا اپنا اون گاندی نال
آنکے ہم دنیا مین پیارے

ہم بھی ملنا جانتے ہے اور ہمنے بھی ملنا آندا | پر یہ لوگ ہین کہ ہمتے ایسے ملنا نا ہین بھاندا
آنکے ہم دنیا مین پیارے

سب وہ ڈاڈھالی پردہ اجو چاک پاس کرے | پھر جو ایسی ڈاڈھی بھی تم ہو مدبر بہین ڈرے
تمھاری آنکھ پر اے غافلو غفلت کا پردہ ہے

وہ تو نارکی من درج بسد امسیت اور سندر | تم جو اسکو دیکھو ملین انہ من کے اندر
تمھاری آنکھ پر اے غافلو غفلت کا پردہ ہے

شوق رنگ اکھی جو کہ نسانو دوہی کھیو کرنا | اسے سد کمن وانو کھا رستہ سمجھ سمجھ پگ دھرنا
تمھاری آنکھ پر اے غافلو غفلت کا پردہ ہے

تمت

خاتمۃ الطبع

طبع زاد سخنور بعدیل و بیہمتا مولوی محمد انوار حسین صاحب تسلیم

کس منھ سے خالق کے حمد و ثنا کیجے کس زبان سے منشی نول کشور صاحب کا شکر
ادا کیجیے کہ تیسرا دیوان فصاحت عنوان بلاغت ترجمان نشان گورکانیہ یادگار
صاحب قرانیہ حضرت ابو ظفر بادشاہ دہلی تخلص صائب وکیلم و اعلی
اپنے مطبع مطبوع مرقع چار سو واقع شہر کانپور میں طبع فرمایا اپنی ہمت عالی کا جلوہ
دکھایا ہر مضمون بے نظیر و لاجواب ہے مختصر جو کچھ ہے انتخاب ہے تمام ہوا دیوان ظفر جلد سوم